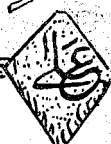


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# اطلاع ارباب الکمال



## ثبوت رؤیة الملائكة

ابو عمر عبد العزيز النورستاني  
مستأثر البجالات  
ناشر

مکتبہ الیوبیہ ناشران کتب اسلامی، حدیث محل  
اے ایم کراچی

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي جعل الاهلة مواقيت للناس والحج  
والصلوة والسلام على من قال صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته  
قول حق لا حرج - وعلى الله واصحابه ومن تبعهم باحسان  
وقالوا لكل بلد رؤيته استنبأنا من البراهين والحجج

❖ ❖ ❖

امّا بعد ! ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں رمضان المبارک  
کے چاند کی رویت میں اختلاف کی بنا پر کراچی میں دو عیدیں ہونی تھیں۔  
تو اس وقت کراچی میں جماعت غریاء اہلحدیث اور جمعیت اہل حدیث کراچی  
میں چھ میگوئیاں ہوتی رہیں۔ لیکن میری نظر میں اتنی شدت اختیار نہیں  
کی تھی۔

مگر امسال ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء میں روزہ اور عید کے چاند  
کی رویت میں اختلاف اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ کئی مسجدوں میں تو توہین  
میں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور ایک دوسرے کو مطعون کرنے لگے۔ یہاں تک  
کہ مجھ پر کراچی اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو گئی۔ خاص کر اس وقت جبکہ  
بعض اجاب نے مجھے ضمیر فرشتی کر کے مسائل کو گول مول کرنے کی تلقین کی۔ تو

یہ تلقین میرے لئے موت کی آواز سے کم نہیں تھی۔

لہذا میں اس بات کی تحقیق پر مجبور ہوا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کبھی ایسا کیا ہے کہ دنیا کے کسی ایک کونے میں چاند دیکھنے کی وجہ سے دنیا میں جہاں کہیں مسلمان بستے ہوں ان کو روزہ رکھنے یا عید کرتے پر مجبور کیا ہو؟ یا ایک ہی اسلامی مملکت میں جہاں کہیں چاند دیکھا جائے تو یہ رویت پوری مملکت اسلامیہ کے لیے باوجود اختلاف مطالع مانا ہو؟

جب میں نے جستجو کی اور معاملہ برعکس نکلا تو خیال آیا کہ اس موضوع پر کچھ لکھنا چاہیے۔ پھر فوراً یہ خیال آیا کہ اس سے پہلے اور علماء اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ لہذا مجھے اس مسئلے پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم بعض اجاب کا یہ اصرار تھا کہ :

ع ہر گلے را رنگ بوتے دیگرے

لہذا تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ یہ چند سطور برائے افادۂ عامۃ المسلمین لکھ رہا ہوں۔ رب العزت سے سوال ہے کہ باری تعالیٰ مجھے حق لکھنے کی توفیق دے اور پھر اس حق کو میرے لئے سبب نجات اور تمام مسلمانوں کے لیے سبب ہدایت بنائے

ع ایں دُعا از من و از جملہ جہان آیین یاد



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول اور ارشاد اور عہد نبوی  
صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک مسلمانوں کا تعامل :-

① عن عائشة رضي الله عنها قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يتحفظ في شعبان مالا يتحفظ في غيره ثم يصوم لرؤية رمضان رواه الدارقطني بحسنه باسناد صحيح ج ۱۵۷ ابوداؤد ص ۳۱۸

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا اتنا خیال رکھتے کہ کسی دوسرے مہینے کا اتنا خیال نہ رکھتے۔ پھر روزہ رکھتے رمضان کا چاند دیکھ کر۔ دارقطنی نے صحیح سند سے اس کو روایت کیا۔

② وعن أبي هريرة مرفوعاً احصوا هلال شعبان لومضان رواه الترمذی قال ابو عیسیٰ حدیث ابی ہریرۃ (الغزوۃ) مثل هذا الامن حدیث ابی معاویۃ والصحیح ما روی عن محمد بن عمرو ج ۱۶۳ ج ۲۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان رمضان کی وجہ سے گنو۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں ابو ہریرہ کی اس حدیث کو سم ان الفاظ سے نہیں پہنچا مگر ابو معاویہ کی روایت سے اور صحیح وہ

وقال العلامة المباركفوری — فالظاهر ان محمد بن عمرو يروي هذين الحديثين عن ابی سلمة عن ابی ہریرۃ

الفاظ ہیں جو بسند محمد بن عمرو منقول ہیں علامہ عبد الرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ محمد بن عمرو نے دونوں حدیثیں ابو سلمہ اور ابو ہریرہ سے

فروى عنه ابو معاوية الحديث  
 (الاول - وروى عنه غيره الحديث  
 الآخر فعلى هذا يكون الحديثان  
 صحيحين فتفكر - والله تعالى اعلم  
 تحفة الاحوذى ص ۲۳ ج ۲

روایت کی ہیں پھر ان سے ابو معاویہ  
 نے پہلی حدیث روایت کی اور دوسرے  
 نے دوسری چنانچہ اس طرح دونوں  
 حدیثیں صحیح ہیں۔ تفکر

ان دونوں حدیثوں سے مثل روزِ روشن واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحدتِ عید کا کوئی استہام نہیں فرمایا بلکہ تمام اُمت کو مخاطب کر کے قیامت تک کے لئے یہ قانون چھوڑا کہ رمضان کے روزوں کی دستگیری کے لئے شعبان کا خیال رکھو اور شعبان کو گنو۔ اگر ۲۹ تاریخ کو چاند نظر آگیا تو روزہ رکھو اور اگر بالفرض بحساب نجوم میتین یا بحساب علم الافلاک والوں کے چاند ہوا مگر تمہاری نظر دس سے بادل یا دیگر گرد و غبار کی وجہ سے اوجھل رہا تو تم شعبان کی تیس دن کی گنتی پوری کر کے رمضان المبارک کے روزے شروع کر دو چنانچہ احادیث میں صراحت وارد ہے۔

(۳) عن ابن عباس قال قال  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 لا تصوموا قبل رمضان صوموا  
 لرؤيتكم وافطروا لرؤيتكم فان  
 حالت دونكم غيابة فاكملسوا  
 ثلثين يوما قال ابو عيسى

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان سے پہلے (شک کے دن) روزہ مت رکھو۔ بلکہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ عید کرو اور چاند کے ورے کوئی بادل حائل ہو جائیں تو تیس

حدیث ابی عیسیٰ حدیث حسن  
صحیح ۱۷۱  
دن پورے کرو۔ ابو عیسیٰ فرماتے ہیں  
کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

④ وفی روایۃ حماد بن  
سلمۃ فان حال بینکم و بین  
منظرۃ سحاب اذ قنۃ فعدا  
ثلثین۔  
حماد بن سلمہ کی روایت ہے کہ آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارا  
اور چاند کے درمیان بادل یا گردو  
غبار حائل ہو جائے تو (شعبان کے)  
تیس دن گنو۔

⑤ وفی روایۃ ابو عوانہ۔  
فان حال بینکم غمامۃ او  
ضبابۃ فاکملوا عدد کاشہر  
شعبان ثلاثین۔ ایام القرآن، مخصر، ص ۲۳۶، ۱۳۷  
اور ابو عوانہ کی روایت میں ہے  
اگر تمہارے (اور چاند کے) بیچ میں  
بادل ہو تو شعبان کے مہینے کی گنتی  
کو تیس دن پورے کرو۔

رمضان کے روزے ۲۷ ستمبر ہجری میں فرض ہوتے تھے۔ اور پہلی  
نماز عید ۲ ہجری میں مدینہ منورہ کے ایک میدان جو کہ مسجد نبوی  
صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزار گز کے فاصلہ پر تھا میں ادا کی گئی تھی۔ کئی  
سالوں تک تو مسلمان صرف مدینہ منورہ ہی میں تھے رسول اللہ علیہ وسلم  
چاند کی رویت بصر کے بموجب رمضان وعید کیا کرتے تھے۔ پھر  
جگہ جگہ عرب کے متعدد قبائل مسلمان ہو گئے وہ سب اپنی  
اپنی جگہ پر مقامی مطلع کی بنا پر چاند دیکھ کر رمضان المبارک  
کے روزے رکھتے تھے۔ اور عید کیا کرتے تھے۔ ان میں رویت کا

اختلاف بھی ہو جاتا تھا کہیں کسی دن کہیں کسی دن چاند ہوتا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے چاند دیکھ کر دوسرے علاقوں میں لکھ کر یا بغیر لکھے اطلاع بھیجی ہو۔

اگر کبھی ایسا ہوتا تو اس مسئلہ کی عمومیت اور اہمیت کا تقاضا تھا کہ ضروریہ نقل ہو کر ہم تک پہنچ جاتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ تو ثابت ہوا کہ دیگر مسائل کے اوقات کی طرح اس میں بھی ہر علاقہ کے لوگ اپنی ہی رویت کا اعتبار کرتے تھے۔

فتاویٰ علماء حدیث جلد ششم مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۳۹ پر ”الانصاف کے حوالہ سے مرقوم ہے ہمارا یہ یقینی علم ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین بعض شہروں میں پہلے چاند دیکھ لیتے کچھ دوسرے شہروں میں بعد میں دیکھتے۔ یہ عام قدرتی معمول ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوتی، سارے ماہ کے دوران ان کے پاس ایک دوسرے کی خبریں بھی پہنچ جاتی ہونگی۔ اگر بعد میں دیکھنے والوں پر قضا روزہ واجب ہوتا تو تمام بلدان اسلامیہ میں رویت ہلال کے بارہ میں اسلاف معلومات حاصل کرنے کے لئے پوری قوت اور وسائل استعمال کرتے جیسا کہ ایک شہر میں چاند کے بارے میں کیا جاتا، اور پھر اکثر مہینہ ہائے رمضان میں کسی نہ کسی جگہ ضرورت ثابت ہوتا۔ اگر

ایسا، موچکا ہوتا تو نقل در نقل یہ باتیں ہم تک ضرور پہنچ جاتیں۔ مگر ایسی کوئی چیز ہم تک نہیں پہنچتی تو معلوم ہوا کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ ابن عباسؓ کی مذکورہ الصّدٰی حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

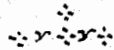
یہ ہیں تمام مذاہب کے اکابر کے اقوال جن سے پتہ چلتا ہے کہ کسی شہر والوں کے چاند دیکھ لینے سے دور دراز کے بلاد میں عمل کرنا لازم نہیں ہوتا جبکہ مطلع میں اختلاف ہو چنانچہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اس بارے میں ایک دوسرے کی طرف خط و کتابت نہیں کرتے تھے، اور نہ ہی دوسرے شہروں میں چاند دیکھنے کے پیچھے پڑتے تھے۔ آہ

(فتاویٰ علماء حدیث ۱۳۵ ض ۱ ج ۶)

اسلاف کا یہی تعامل تھا۔ اہل تشیع حضرات نے جہاں اسلام میں اور اختلافات پیدا کئے اس مسئلہ میں بھی تیسری صدی ہجری میں بار بار گوشش کی۔ بالآخر قوت و سلطنت کے بل بوتے پر مصر میں خلفاء فاطمیین نے ایک ایسا کیلیڈر تیار کیا جو اب تک ان لوگوں میں رائج ہے جو ان خلفاء کو مذہبی پیشوا اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کا درجہ دیتے ہیں۔ بہر حال پھر بھی سنی مسلمانوں پر ان کی قوت ایمانی اور جذباتی اتباع کی بنا پر یہ کیلیڈر مؤثر ثابت نہ ہوا۔ لہذا اب تک مسلمانوں میں جہاں تک ہمارا علم ہے ہندوستان - پاکستان اور افغانستان میں یہی چلا آ رہا تھا کہ جہاں کہیں چاند ہوا تو وہیں کے مسلمانوں نے روزہ رکھا اور عید منائی۔ اور جہاں کہیں رویت نہیں ہوئی تو وہاں ایسا نہیں کیا۔



اس معاملہ کو نہ معیوب سمجھا جاتا اور نہ سبب افتراق اہم سمجھا جاتا۔ پاکستان کے سابق صدر جناب ایوب خاں نے جہاں عائلی قوانین خاندانی منصوبہ بندی وغیرہ قوانین کو پاکستان میں رائج کیا وہاں رویت ہلال کمیٹی کی زمام اختیار بھی اپنے ہاتھ میں لے لی اور چند مختلف المسلك علماء کو یکجا کیا حالانکہ رویت ہلال کمیٹی کے موضع اجلاس کے باہر وہ علماء ایک دوسرے کے پیچھے نماز تک جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ تو اس دن سے ایک ملک میں روزہ اور عید کے اختلافات کو لوگ معیوب سمجھنے لگے۔ شروع شروع میں تو ہر طبقے کے علماء اس رویت ہلال کمیٹی کو مسلمانوں کے دینی امور میں مداخلت سمجھتے تھے شاید اس وجہ سے کہ ایوب خاں نے ان علماء سے مشورہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ اعلان کشتیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ مگر صدر جنرل محمد ضیا الحق صاحب نے اپنی کمال فہم سے یہ کام علماء کے حوالے کر دیا۔ تو اب نہ دینی امور میں مداخلت ہے اور نہ کچھ اور بلکہ بخوشی یہی علماء حکومت خدا داد پاکستان میں کہیں چاند ہو تو پورے پاکستان کے لئے روزہ اور عید کا اعلان کرتے ہیں۔ اور اختلاف مطالع پر جو کہ تمام طبقے کے علماء کا اتفاق ہے۔ اور اعتبار اختلاف پر مذاہب اربعہ کے اصح الاقوال موجود ہیں کو پس پشت ڈالتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ۝



# ”وحدتِ امت“

❖ ❖ ❖

جیسا کہ آج کل پورے عالم اسلام میں ایک ہی دن روزہ رکھنے اور عید منانے کا خیال جدید ذہن کے اکثر لوگوں میں ابھر رہا ہے ایسے ہی ایک اسلامی مملکت میں وحدتِ عید کا خیال بعض اہل حدیث حضرات کے خیالات میں موجزن ہے تو اس سلسلہ میں کچھ معروضات جناب مولانا عطاء اللہ حنیف متعنا اللہ بطول حیاتیہ کے الفاظ میں بڑھتیے۔

کسی ملک کے سیاسی حدود نظام شمسی کے حدود نہیں ہوتے۔

اس لئے کسی ملک کے سیاسی حدود کو اگر ایک حلقہ قرار دے کر اس کے اندر ذیلی حلقے بنائے گئے تو یہ تقسیم پیدائش قمریاریت ہلال کے لئے قطعاً غلط ہوگی۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ کسی شام کو چاند کراچی میں لنکا میں۔ صومالیہ میں اور حبشہ میں نظر آجائے اور حیدرآباد سندھ۔ قاہرہ اور رفیق پورٹ میں نظر نہ آسکے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ پیدائش قمر، سمرقند۔ یارقند۔ اور بخارہ کے لئے ازروئے حساب ہو جاتے مگر ڈربن کیپ ٹاؤن اور انگولا کے لئے نہ ہو بلکہ سپرالیون بحریط کے لئے وہ پچھلے مہینے کی ۲۸ تاریخ ہی ہو۔ ایک ہی ملک سیاسی وحدت ہندوستان میں وارجنگ سبلی گوری اور مدراس۔ میسور کے مابین بھی

یہی اختلاف ممکن ہے۔ ہندوستان ایک ہی ملک ہے لیکن سطح کی بلندی اور پستی کا فرق واضح ہے شملہ اور آبو کا اُفق اور کلکتہ و چیرالو کی کا اُفق اپنے پھیلاؤ میں ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ طول البلاد کا اتنا فرق ہے کہ مطلع ان سیب مقامات کا ایک نہیں ہو سکتا۔

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۲۱ ج ۶

بحوالہ الاعتصام لاہور جلد ۲۶

شمارہ ۳۲۵

مولانا محمد سمیع سلفی مرحوم امیر جمعیت اہل حدیث آل پاکستان کی زندگی میں مشرقی اور مغربی پاکستان ایک ہی ملک تھے۔ آپ فرماتے ہیں: ۲۹۔ رمضان کے ریڈیو سے معلوم ہوا کہ ڈھاکہ میں چاند نظر نہیں آیا لیکن کمشنر صاحب مشرقی پاکستان نے وہاں بھی عید کا اعلان کر دیا۔ معلوم نہیں کیوں کیا گیا؟

بات یہ ہے کہ اختلاف مطلع ایک حقیقت ہے۔ وحدت کی دلیل صرف عید ہی کو تصور کرنا حقائق سے مطابقت نہیں۔ اگر ڈھاکہ میں عید اتوار کو ہو جاتی تو اس سے ملت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ موسمیات کے محکمہ ہی سے دریافت فرمائیے اگر ڈھاکہ کا مطلع مغربی پاکستان سے مختلف ہے تو اُن لوگوں کو عید پر کیوں مجبور کیا جائے۔ کمشنر صاحب ہزاروں روزے توڑ دانے یا نہ رکھنے کا گناہ اپنے ذمہ

کیوں لیں ؟ یہ نہ شرعاً درست ہے اور نہ عقلاً۔ محکمہ موسمیات ایسا فتویٰ دے سکتا ہے ؟ مسلمان بھلا اللہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان سب کا ایک دن عید منانا ممکن ہی نہیں۔ اور نہ یہ وحدت شرعاً مطلوب ہے۔

حجاز مصر اور شام میں عید جمعہ کو ہو تو وحدت ملت کو کچھ نقصان نہیں۔ ڈھاکہ میں چاند نظر نہ آنے کی وجہ سے اگر عید اتوار کو ہو تو اس میں وحدت ملت کو کون سا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ وحدت ملت اس میں ہے کہ ملت کے احکام اور قواعد کی صحیح پابندی کی جائے۔ دانشمندی یہ ہے۔ جب اتنی دُور کے منطقہ میں چاند نظر نہیں آیا تو معاملہ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ طے شدہ مسائل کے خلاف پبلک سے کچھ کہنا حکومت کے وقار کا تقاضا نہیں۔

محمد اسماعیل گوہر الزاہد

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۸۳ ج ۶  
بحوالہ الاعتصام جلد ۱۲ شماره ۳۵

مولانا عطاء اللہ حنیف متغنا اللہ بطول حیاتہ۔ حساب سے چاند کے تعین پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ رمضان اور عید میں جو اختلاف وقت دکھائی دیتا ہے۔ اختلاف مطالع کی وجہ سے ہے۔ یہ باقی رہے گا اس کے باقی رہنے سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی اور نہ کبھی پیدا ہوگی۔ البتہ اس کے مٹانے کی کوشش سے بہت سی خرابیوں کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ رمضان کی ابتدا و انتہا دونوں رویت ہلال ہی سے

ہونی چاہئیں۔ اس کے خلاف ہر کوشش اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کے خلاف ہیں ہمیں اس سے احتراز لازم ہے۔ اس سے افتراقِ اُمت کا اندیشہ ہے۔ اور اختلاف کے بڑے بڑے دروازے کھل جانے کے علاوہ عبادات اور دینی امور میں بے ضرورت دخل اندازی پر دانشوری کے مدعیوں کی جرات اور بڑھ جانے کی جو ہمارے لئے کسی طرح مفید ثابت نہیں ہو سکتی حسابات کے ذریعے ہم یہ کر دیں گے کہ چاند کس مقام پر اور کس وقت دکھائی دے گا۔ لیکن یہ یقین نہیں دلا سکتے کہ حقیقتاً کس مقام پر چاند ضرور دکھائی دے گا۔ اور جب نہیں دکھائی دے گا تو اس جگہ کے جدول کے خلاف لوگ ایک طوفان برپا کر دیں گے اور ایک جدید قسم کے فتنہ سے اُمتِ مسلمہ کو دوچار ہونا پڑے گا۔ اگر ابتداء رمضان کے لیے رویت ہلال کی شرط کو ہم ہٹا دیں۔ تو ہم فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صریح مخالفت کے ترکیب بنیں گے اور فائدہ کچھ بھی نہ ہو گا۔ حج کا تعلق ایک ہی اقل سے ہے اور حاجی ایک ہی جگہ جمع ہوتے ہیں۔ وہاں اگر حسابی طریقہ پر تاریخ حج کی متعین کر دی جائے یا کر دی جاتی ہے۔ تو حکومتی نظم و نسق اور ایک ہی جگہ سب کے جمع ہونے کی وجہ سے کام چل جاتا ہے۔ اگرچہ یہ طریقہ صرف حج کے لئے بھی خلافِ سُنّت اور نہایت ہی مکروہ طریقہ ہے۔ موسم کا طویل وقت ہوتا ہے پہلے کی طرح رویت ہلال کی شہادت

لے کر اعلان کر دیا جائے یہی بہتر ہے لیکن رمضان اور عید کے لئے تو یہ طریقہ کبھی نہیں چل سکتا۔ ہر جگہ کے مسلمان روزے رکھتے اور نماز عید پڑھتے ہیں سب کے لئے مقامی مطلع کو نظر انداز کر دینے کا یہ طریقہ قابل قبول ہو سکتا ہے اور نہ قابل قبول ہونا ہی چاہیے۔

فتاویٰ علماءِ حدیث ص ۲۵ ط ۲ ج ۶

بحوالہ الاعتصام جلد ۲۶ شمارہ نمبر ۱۰۹

۱۲۹

ادارۃ تحقیقات اسلامی کے آرگن ماہنامہ فکر و نظر (شمارہ ستمبر) میں مولانا عبدالقدوس ہاشمی صاحب (حنفی) کا ایک نہایت فاضلانہ مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کے آخر میں مولانا ہاشمی صاحب فرماتے ہیں ذرا سوچئے کہ میں ایسا تو نہیں ہو گا کہ ہم اس طرح اُمتِ مسلمہ کی وحدت انجام دینے کے بجائے اس کو نقصان پہنچانے کا سبب بن جائیں گے۔ ایک ملک میں بلکہ ایک ہی شہر میں کبھی اگر دو عیدیں ہو جائیں تو بڑا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن صرف بظاہر بڑا معلوم ہوتا ہے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور نہ آج تک کوئی نقصان پہنچا ہے۔

اگر اس بدنامی کو ختم کرنے ہی کا غرض ہے تو ہر شہر اور ہر ضلع میں رویتِ ہلال کا مناسب اور قابلِ اعتماد انتظام کافی ہے۔ وہ بھی اس حد تک کہ مقامی طور پر رویتِ ہلال کی شہادت مہیا کی جائے اور اس شہادت کو قابلِ قبول مبنیٰ دینا کہ اس

شہر یا ضلع میں رمضان وعید کے متعلق فیصلہ دیا جائے۔ اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ طہران میں رویت ہلال کی شہادت پر زاہدان والوں کو رمضان کی ابتدا کرنے پر مجبور کیا جائے اور نوشکی کی شہادت پر عید کی اجازت نہ دی جائے۔ مملکتوں کے سیاسی حدود و طلوع غروب کے حدود نہیں ہیں زاہدان سے نوشکی کا فاصلہ طہران سے زاہدان کے فاصلہ سے بہت کم ہے۔ رمضان اور عید کسی مملکت کے انتظامی امور نہیں کہ اس میں حدود مملکت کو معتبر قرار دیا جائے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ رمضان کے روزے ۱۳ اور میں چہار شنبہ ۱۸ ستمبر کو شروع ہو جائیں اور کراچی میں ۱۹ ستمبر کو شروع ہوں۔ نہ اس سے کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے اور نہ اس سے کسی نقصان کا اندیشہ ہے اس لیے سب جگہ کے لئے ایک وقت میں رمضان وعید شروع کرانے کی ہر کوشش کو فوراً ختم کر دینا چاہیے۔ مسلمانوں کے باہم مل کر کرنے کے اور بہت سے کام ہیں۔ جن کی طرف توجہ مبذول ہونی چاہیے۔ اس طفلانہ اور غیر دانشورانہ کام میں وقت اور توانائی کے ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۹۴ ج ۲ ص ۲۰ ج ۱

بحوالہ الاعتصام جلد ۲۶ شماره ۴-۱۰

سنید فرماتے ہیں:

چند سال تک مسلمان صرف مدینہ منورہ ہی میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند کے ظہور ہی کے بموجب رمضان وعید کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد عرب کے متعدد قبائل مسلمان ہو گئے اور وہ سب اپنی اپنی جگہ پر مقامی مطلع کے بموجب چاند دیکھ کر رمضان وعید کیا کرتے تھے۔ اور ان میں اختلاف بھی ہو جاتا تھا۔ کہیں رمضان یکشنبہ کو شروع ہوتا۔ اور کہیں دوشنبہ کو اور کہیں عید سہ شنبہ کو ہوتی اور اس زمانہ سے آج تک ہم ۱۳۹۲ رمضان اور عید کرچکے ہیں۔ اور یہی سادہ طریقہ چاند دیکھ کر روزے شروع کرنے کا اور چاند دیکھ کر عید کر نیکا رائج رہا ہے کوئی بتا سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے تفریق کلمۃ المسلمین یا اور کوئی مضر اثرات پیدا ہوئے ہیں آخر وہ کونسا مضر اثرات نقص ہے جس کی تکمیل کے لئے یہ بے تابی ہو رہی ہے، خود عہد رسالت میں ۱۰ ہجری میں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے چاند میں اختلاف رویت ہو گیا جس کے نتیجہ میں حجۃ الوداع میں قیام عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا۔ حالانکہ مدینہ منورہ میں ۹ ذی الحجہ شنبہ کے دن تھا۔ آخر اس سے کیا خرابی واقع ہوئی۔ حج ایک عبادت ہے جس کا تمام تر تعلق مکہ مکرمہ اور اس کے قریب واقع ہونے والے منیٰ۔ مزدلفہ اور عرفات سے ہے۔ اس میں مکہ کے مقامی مطلع کو معتبر سمجھا گیا۔ اور ہمیشہ کے لئے مکہ کا مقام طلوع وغروب ہی



معتبر سمجھا جا رہا ہے عقلاً و عملاً ایسا ہی ہونا چاہیے۔

فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۹۸ ج ۶

بحوالہ الاعتصام جلد ۲۶ شماره ۹-۱۰-۱۱-۱۲

مولانا مودودی صاحب کا ایک مضمون روزنامہ جسارت کراچی میں شائع ہوا

مولانا صاحب فرماتے ہیں:-

بعض حلقے یہ خیال بڑے زور شور سے پھیل رہے ہیں کہ عید اسلامی اتحاد کا ایک اہم نشان ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کی عید لازماً ایک دن ہونی چاہیے۔ ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کی عید ایک دن ہو اور کچھ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ پاکستان کے تمام مسلمانوں کی عید تو ایک ہی دن ہونی ضروری ہے لیکن درحقیقت یہ فکر و نظر کی غلطی ہے۔ دین سے ناواقفیت کی بنا پر ایسی باتیں کی جا رہی ہیں۔ اور یہ باتیں زیادہ تر وہ لوگ کر رہے ہیں جو رمضان کے روزے تو نہیں رکھتے مگر عید کے معاملے میں اسلامی اتحاد کی انہیں بڑی فکر ہے۔

ان حضرات کو پہلی غلط فہمی تو یہ لاحق ہے کہ عید ان کے نزدیک کمرسمس یا ہولی یا دیوالی کی طرح کوئی تہوار ہے یا پھر یہ کوئی قومی جشن ہے۔ جسے مسلمانوں کے قومی اتحاد کا نشان بنایا گیا ہے۔ حالانکہ دراصل عید کا تعلق ایک عبادت سے ہے جو رمضان کے آغاز سے شروع ہوتی ہے اور رمضان کے خاتمہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر دو رکعت نماز پڑھ کر ختم کی جاتی ہے۔ شریعت کے صریح احکام کے رو سے اس عبادت کا آغاز

اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک قابل اطمینان طریقے سے یہ معلوم نہ ہو کہ رمضان شروع ہو چکا ہے۔ اور اس کا اختتام بھی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک قابل اطمینان طریقے سے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ رمضان ختم ہو چکا ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کی عید ایک دن ہونی چاہیے وہ تو بالکل ہی لغویات کہتے ہیں کیونکہ تمام دنیا میں رویت ہلال کا لازماً اور ہمیشہ ایک ہی دن ہونا ممکن نہیں ہے۔

رہا کسی ملک یا کسی بڑے علاقے میں سب مسلمانوں کی ایک عید ہونے کا مسئلہ تو شریعت نے اس کو بھی لازم نہیں کیا ہے۔ یہ اگر ہو سکے اور کسی ملک میں شرعی قواعد کے مطابق رویت کی شہادت اور اس کے اعلان کا انتظام کر دیا جائے تو اس کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر شریعت کا یہ مطالبہ ہرگز نہیں کہ ضرور ایسا ہی ہونا چاہیے اور نہ شریعت کی نگاہ میں یہ کوئی بُرائی ہے۔ کہ مختلف علاقوں کی عید مختلف دنوں میں ہو۔ خدا کا دین تمام انسانوں کے لئے ہے اور ہر زمانے کے لئے ہے۔ آج آپ ریڈیو کی موجودگی کی بنا پر یہ باتیں کر رہے ہیں کہ سب کی عید ایک دن ہونی چاہیے۔ مگر آج سے ساٹھ ستر برس پہلے تک پورے برصغیر ہند تو درکنار اس کے کسی ایک صوبے میں بھی یہ ممکن نہ تھا کہ ۲۹ رمضان کو عید کا چاند دیکھ لئے جانے کی اطلاع سب مسلمانوں تک پہنچ جاتی۔ اگر شریعت نے عید کی وحدت کو لازم کر دیا تو

تو پچھلی صدیوں میں مسلمان اس حکم پر آخر کیسے عمل کر سکتے تھے، پھر آج بھی اس کو لازم کر کے عید کی وحدت قائم کرنا عملاً ممکن نہیں۔ مسلمان صرف بڑے شہروں اور قصبوں ہی میں نہیں رہتے، دُور دراز دیہات میں بھی رہتے ہیں۔ اور بہت سے مسلمان جنگلوں اور پہاڑوں میں بھی مقیم ہیں۔ وحدت عید کو ایک لازمی شرعی حکم بنانے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان ہونے کے لئے ملک میں صرف ایک ریڈیو اسٹیشن کا ہونا ہی ضروری نہ ہوا بلکہ ہر شخص کے پاس یا ہر گھر کے لوگوں کے پاس مسلمانوں کی ہر چھوٹی سے چھوٹی بستی میں ایک ریڈیو سیٹ یا ٹرانزسٹر بھی ضرور ہو ورنہ وہ اپنے شرعی فرائض ادا نہ کر سکیں گے۔ کیا یہ آلات بھی اب دین کا ایک لازمی جز قرار پائیں گے۔ خدا کی شریعت نے تو ایسے قواعد مقرر کئے ہیں جن سے ہر مسلمان کے لئے ہر حالت میں دینی فرائض ادا کرنا ممکن ہوتا ہے۔ دیکھئے نماز کے اوقات گھڑیوں کے حساب سے مقرر نہیں کئے کہ گھڑی ہر مسلمان کے لئے اس کے دین کا جزء بن جائے۔ بلکہ اس نے سورج کے طلوع و غروب و زوال جیسے عالمگیر مناظر کو اوقات نماز کی علامت قرار دیا جنہیں ہر شخص ہر جگہ دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح اس نے روزے شروع اور ختم کرنے کیلئے بھی رمضان اور شوال کے چاند کی رویت کو علامت قرار دیا۔ جو عالمگیر مشاہدے کی چیز ہے۔ اور ہر مسلمان ہر جگہ چاند دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ اب رمضان شروع ہوا اور اب ختم ہو گیا۔

اگر وہ اس کی بنیاد جنتری کے حساب کو قرار دیتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ ہر مسلمان کے لئے یا تو فلکیات اور نجوم کا علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا یا جنتری اس کے دین کا ایک جز بن جاتی۔ جسے پاس رکھے بغیر وہ فرائض دینی ادا نہ کر سکتا۔ اور اگر وہ یہ حکم دیتا کہ ایک جگہ کی رویت سے ساری دنیا میں یا روئے زمین کی ایک ایک اقلیم میں روزے شروع اور ختم کرنا فرض ہے تو خبر رسانی کے موجودہ ذرائع کی ایجاد سے پہلے تو مسلمان اس دین پر عمل کر ہی نہیں سکتے تھے۔ رہا ان کی ایجاد کے بعد کا دور تو اس میں بھی مسلمانوں پر مصیبت نازل ہو جاتی کہ چاہے انہیں روٹی میسر ہو یا نہ ہو مگر وہ مسلمان رہنا چاہیں تو ان کے پاس ایک ٹرانزسٹرسٹر ضرور ہو۔ روزنامہ جسارت یکم شوال ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۳ جون ۱۹۸۷ء جناب ضیاء الدین صاحب لاہوری کے مضمون پر ایک جگہ حاشیہ لکھتے ہوئے الاعتصام لکھتا ہے:

اسلام نے اس تصور ”وحدت“ کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ جسے مکتوب نگار نے ”اسلام کا تقاضا“ کہا ہے۔ جیسا کہ کچھ اور لوگ اس فکر میں غلطیاں و پیچاں رہتے ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے ”چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر چھوڑ دو“

اس اعتبار سے اگر رمضان و عیدین میں تعدد ہو جائے تو

اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اصلاً یہ عبادات ہیں جن کی ادائیگی رویت ہلال سے وابستہ ہے۔ اس لئے انہیں محض ایک تہوار سمجھ کر ایک ہی دن منانے وغیرہ پر زور دینا قطعاً ”اسلام کا تقاضا“ نہیں۔

الاغتصام جلد ۳۲ شمارہ ۷۸

مورخہ ۲۳-۹-۱۴۰۱ھ ص ۵  
۸۱-۶-۲۶

مولانا بعد الما بعد دریا یا دی تفسیر ماجدی میں فرماتے ہیں:-  
لیکن صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ اسی شہر یا بستی کی یا قرب وجوار کی بستیوں کی سینکڑوں ہزاروں میل دور سے رویت ہلال کی خبریں منگانی کا تار ٹیلیفون ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ سے انتظام کرنا۔ یا کلکتہ کی رویت کو ۱۹ میل دور بمبئی پر حجت کرنا شریعت اسلامی کی اصل روح پر ظلم کرنا ہے۔ اختلاف مطالع ایک صریح مشاہدہ کی چیز ہے۔ اسے کیونکر جھٹلایا جاسکتا ہے۔ وحدت یقیناً ایک بڑی اہم چیز ہے لیکن اس کے لئے یہ زبردستی کی کوشش کرنا طبعی کو غیر طبعی کی حد تک پہنچا دینا ہے۔

تفسیر ماجدی ص ۱۷

ماہنامہ ”محدث“ میں احکام مسائل کے عنوان پر کوئی صاحب لکھتے ہیں غالباً عزیز زبیدی صاحب ہیں کیونکہ محدث میں دارالافتاء کے تحت جو ابیات جناب موصوف ہی کے ہوتے ہیں۔  
دنیا میں ایک گھپلا۔ علمی شاہراہ بن گیا ہے کہ ملک میں اگر چاند



وہ علاقہ پاس کے جس ملک کے ساتھ ”مطالع“ میں وحدت رکھتا ہے وہ اس کے تابع رہے۔ مثلاً انگلینڈ کا سارا ملک تو نہیں لیکن اس کے بعض اضلاع کا مطلع اگر پٹروس کے ملک کے مطلع کا حصہ ہے تو اس میں جب عید ہو جائے تو اگلے دن انگلینڈ کے باقی ماندہ ان علاقوں کو عید منا لینی چاہیے۔ جن کا مطلع ایک ہے۔ اور پٹروس والے ملک سے متصل ہے۔

ماہنامہ محدث جلد ۷ عدد ۱۰-۱۱ ص ۳۸۱ ۳۸۲  
۳۰ ۲۸

سؤال و ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

مذکورہ بالا علماء نے جو وحدت عید کا شد و مد سے انکار کیا ہے اور میں نے جو ان کے اقوال ذکر کئے ہیں تو میں نے ان کو شارح سمجھ کر نہیں نقل کئے ہیں۔ بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ وحدت عید کو وحدت اُمرت کا ضامن گردانا ہم سے پہلے ان علماء نے بھی نہیں سمجھا ان کے سامنے تین قسم کے دلائل موجود تھے (۱) جن میں سے ایک قسم کی دلیل تو صرف اس بات کو واضح کر دیتی ہے کہ روزہ رکھنے اور عید کر لینے کے لیے رویت شرط ہے (۲) دوسری قسم کی دلیل یہ واضح کر دیتی ہے کہ دور کی رویت کا اعتبار نہیں۔ (۳) تیسری قسم کی دلیل یہ واضح کر دیتی ہے کہ موضع رویت کے قُرب و جوار کے لئے اسی رویت کو معتبر سمجھا جائے گا۔

اب میں ان تین قسم کے دلائل کو نمبر وار ذکر کر کے اس کی تشریح

کر دیتا ہوں۔ رِبَا اللّٰهُ التَّوْفِیْقُ۔

① حَدَّثَنَا اَدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ ابُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُومُوا لِرُؤُوسِكُمْ وَاَفْطَرُوا لِرُؤُوسِكُمْ فَاِنْ اَغْمَى عَلَيْكُمْ فَاكْمَلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ۔

بخاری ص ۲۵۶ ج ۱

② وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ لَا تَصُومُوا حَتّٰی تَرَوْا الْهَلَالَ وَلَا تَفْطَرُوا حَتّٰی تَرَوْهُ فَاِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَاَقْلُوا لَهُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ص ۲۵۶ ج ۱

③ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں آدمؑ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعبہؒ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن زیادؒ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو ہریرہؓ سے کہتے ہوئے سنا کہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاند کے دیکھنے سے روزہ رکھو اور چاند کے دیکھنے سے افطار کرو۔ اگر تم برابر کیا جاؤ تو شعبان کی گنتی کو تیس پورا کرو۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ روزہ مت رکھو جب تک کہ چاند نہ دیکھو اور عید نہ کر جب تک چاند نہ دیکھو اگر ابر ہو جائے تم پر تو اس کے لئے اندازہ لگاؤ۔ یعنی تیس پورا کرو۔ اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ



الشهر تسع وعشرون ليلة  
فلا تصوموا حتى تروا فان  
غم عليكم فاكموا العدة  
ثلثين - رواه البخاري ۲۵۶  
④ وعن علي قال قال رسول  
الله صلى الله عليه وسلم ألا  
لا تقعدوا الشهر اذا رأيتموه  
الهلal فصوموا واذا رأيتموه  
فاطروا فان غم عليكم فاكموا  
العدة -

مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے تو روزہ  
میت رکھو روزہ میت رکھو جب تک  
چاند نہ دیکھو۔ اگر تم پر ابر ہو تو تین  
کی گنتی پوری کر لو۔ (بخاری ج ۲ ص ۲۵۶)  
علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ  
علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ کو آگے نہ کرو  
جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور  
جب چاند دیکھو تو عید کرو اور اگر ابر  
ہو تم پر تو گنتی پوری کر لو۔

❖ ❖ ❖ ❖

فتاویٰ علماء حدیث ص ۲۱۶ بحوالہ مسند اہل بیت  
قرب وجوار کی شہادت کو منظر کرنا

① عن ابی عمیر بن انس  
عن عُمومة له من اصحاب النبی  
صلى الله عليه وسلم ان ركباً  
جاءوا الى رسول الله صلى الله  
عليه وسلم يشهدون انهم  
راؤ الهلال بالامس فامروهم

ابی عمیر بن انس رضی اللہ عنہ  
کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے اپنے بعض بھوپاؤں  
سے روایت کرتے ہیں کہ ایک قافلہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور  
اگر گواہی دی کہ انہوں نے کل گزشتہ  
کو چاند دیکھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان کو روزہ افطار کرنے کا حکم دیا  
اور فرمایا کہ کل کو نماز عید ادا کریں۔

ابوداؤد ص ۱۶۴ جلد ۱

اور ابن ماجہ اور طحاوی کی روایت میں  
یوں ہے کہ شوال کا چاند ہم بادل کی  
وجہ سے نہ دیکھ سکے تو ہم نے اگلے دن  
روزہ رکھا تو اسی دن شام کو ایک  
وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور گواہی  
دی۔ انہوں نے کل چاند دیکھا تو پھر اپنے انگو

روزہ افطار کرنے کا حکم دیا الخ ۲۶۵

طحاوی ص ۲۶۵ ابن ماجہ طحاوی  
دارقطنی کی روایت یوں ہے کہ ابی عمر نے  
اپنے بھو پھانٹا روایت کی جو انصار  
میں سے ہیں کہ وہ شام کو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک  
وفد آیا۔

دارقطنی ص ۱۷۰ ج ۲

طحاوی کی روایت میں یوں ہے کہ انہوں  
نے سورج کے زوال کے بعد آکر گواہی

ان یفطروا واذّا أصبحوا ان  
یغداوا الىٰ مصلّٰہم۔

رواہ ابوداؤد ص ۱۶۴ ج ۱

(۲) وفی روایت ابن ماجہ و  
الطحاوی قالوا اغمی علینا  
ہلال شوال فاصبحنا صیامًا  
فجاء ارباب من آخر النہار  
فتہدوا عند النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم انہم راؤا الہلال  
بالامس فاموہم۔

الحديث ابن ماجہ ص ۱۳

(۳) وفی روایت الدارقطنی عن  
ابی عمیر بن انس عن عمومة له  
من الانصار انہم کانوا عند  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
من آخر النہار فجاء ركب۔

الحديث دارقطنی ص ۱۷۰ ج ۲

(۴) وفی روایت الطحاوی و  
فتہدوا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم

دی کہ انہوں نے گذشتہ رات  
چاند دیکھا۔ تو نبی علیہ السلام نے  
ان کو حکم دیا۔

❖ ❖ ❖

طحاوی ۲۶۵  
۱۷

نسائی کی روایت میں دن چڑھتے  
وقت کا ذکر ہوا ہے ص ۱۷۷

اس حدیث کو فن حدیث کے اماموں  
نے صحیح قرار دیا جن میں ابن المنذر  
ابن حزم، خطابی، ابن حجر، ابن  
سکین اور شوکانی سرفہرست ہیں۔

نبیل الاوطار ص ۲۵۱ جلد ۲ اور ص ۳۵۲ جلد ۳

بعد زوال الشمس انہم رأوا  
الہلال اللیلۃ الماضیۃ  
فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم۔

الحديث طحاوی ص ۲۶۵  
۱

⑤ وفي رواية النسائي بعد  
ما ارتفع النهار۔ نسائي ص ۱۷۷  
وصحح هذا الحديث  
امته هذا الفت منہم ابن  
المنذر وابن السكین وابن حزم  
والخطابی وابن حجر والشوكاني

نبیل الاوطار ص ۲۵۱ ج ۳

## دُور کی روایت معتبر نہیں سمجھی جائیگی

کریبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ام الفضل  
بنت حارث معاویہؓ کے پاس شام میں  
کسی کام کے لئے بھیجا اور میں وہاں  
گیا اور کام پورا کیا میں وہیں تھا  
کہ رمضان کا چاند نظر آگیا میں جمعہ کی رات کو

① عن کریبؓ ان ام الفضل  
بنت الحارث بعثته الى معاویہؓ  
بالشام قال فقد مت الشام  
فقضیت حاجتها واستهل  
علیؓ رمضان وانا بالشام

فَوَاتِ الْهَلَالِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ  
 قَدِمَتْ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ  
 فَسَأَلَنِي عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عَبَّاسٍ  
 ثُمَّ ذَكَرَ الْهَلَالِ فَقَالَ مَتَى  
 رَأَيْتَ قَمَ الْهَلَالِ فَقُلْتُ رَأَيْتُهُ  
 لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَنْتَ رَأَيْتَهُ  
 فَقُلْتُ نَعَمْ رَأَى النَّاسُ صَلَواتُ  
 وَصَلَامٌ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَكُنَا  
 رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ النَّسَبِ فَلَا  
 نَزَالَ حَتَّى نَكْمَلَ ثَلَاثِينَ أَوْ  
 نَرَاهُ فَقُلْتُ أَوْ لَا تَكْتَفِي  
 بِرَوَايَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَّامٍ  
 فَقَالَ لَا لَهْكَذَا أَمْرًا رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 رَوَاهُ مُسْلِمٌ ص ۴۱

چاند کو دیکھا جیسا کہ مہینہ کے آخر میں مہینہ  
 واپس آیا تو عبد اللہ ابن عباس نے مجھ  
 سے شام اور معاویہؓ اور مسلمانوں کے  
 حالات پوچھے بات چلتے چلتے چاند کا ذکر کیا  
 اور ابن عباسؓ فرمانے لگے کہ تم نے چاند  
 کب دیکھا ہے؟ میں نے کہا کہ جمعہ کی رات کو  
 انہوں نے فرمایا تم نے خود دیکھا تھا؟ تو میں نے  
 کہا ہاں اور بہت سے لوگوں نے دیکھا تھا۔  
 تو اس روایت کے مطابق لوگوں اور معاویہؓ  
 نے روزے رکھے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا ہم ہفتہ  
 کی رات چاند دیکھا ہے ہم تیس دن تک روزے  
 رکھتے رہیں گے مگر یہ کہ ہم خود پہلے دیکھ لیں۔  
 میں نے کہا کہ کیا آپ امیر معاویہؓ کی روایت کا  
 اعتبار نہیں کرتے؟ تو ابن عباسؓ نے  
 فرمایا ”نہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا یہی حکم ہے۔“

اس حدیث کے بارے میں امام قرطبی ”الجامع لأحكام القرآن“  
 میں فرماتے ہیں :

قال علماءنا قول ابن عباسؓ ہمارے علمائے نے فرمایا ہے کہ ابن عباسؓ

وَهَكَذَا امْرَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً تَصْرِيحًا بِرَفْعِ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِأَمْرِهِ - فَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى أَنَّ الْبِلَادَ إِذَا تَبَاعَدَتْ كَتَبَا عِدَّ الشَّامِ مِنَ الْحِجَازِ فَلَا وَاجِبَ عَلَى أَهْلِ كُلِّ بَلَدٍ أَنْ تَعْمَلَ عَلَى رُؤْيَيْهِمْ دُونَ رُؤْيَيْهِ غَيْرَهُ، ۛ

کایہ کہنا کہ اھکذا اس حدیث کو مرفوع کرنے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بتانے میں تصریح ہے۔ تو یہ حدیث حجت ہے کہ شہر جب اتنا دور ہو جیسے حجاز اور شام دور ہیں تو ہر شہر والوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی رویت پر عمل کریں نہ کہ دوسرے شہروں کی رویت پر۔

قرطبی ص ۲۹۵  
۱۲

## حدیث کی اہمیت محدثین کے نزدیک

محدثین نے اس حدیث کی طرف اتنی توجہ دی ہے کہ ہر محدث نے اس حدیث پر مستقل باب باندھا ہے:

① چنانچہ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں:

باب إِذَا سَأَلَ الْهَلَالُ فِي بَلَدٍ قَبْلَ الْآخِرِينَ بَلِيلَةَ

ابو داؤد ص ۳۱۹ ۛ

باب ہے اس مسئلے کے بیان میں کہ جب چاند ایک شہر میں دوسرے شہر سے ایک رات پہلے دیکھا جائے۔

② امام نسائیؒ فرماتے ہیں:-

اختلاف اهل الافاق فی رؤیتہم - نسائی ص ۲۳۱ ج ۱

باب ہے چاند کے دیکھنے میں اونچے کناروں میں رہنے والوں کا اختلاف۔ نسائی ص ۲۳۱ ج ۱

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:-

باب مَا جَاءَ لِكُلِّ اَهْلٍ بِلَدٍ رُؤْيَتُهُمْ - ترمذی ص ۸۷ ج ۱

باب ہے ہر شہر والوں کو اپنی رویت کے اعتبار کا۔ ترمذی ص ۸۷ ج ۱

امام نوویؒ فرماتے ہیں:-

باب بیان ان لكل بلد رؤيتهم وانهم اذا راوا الهلال

ببلد لا يثبت حكمه لما بطل عنهم - نووی علیٰ مسلّم ص ۳۳۸ ج ۱

بیان ہے کہ ہر شہر والوں کی مقامی رویت کا اعتبار ہوگا اور جب وہ ایسے

شہر میں چاند دیکھیں جس کا حکم ان سے دور رہنے والوں پر صادر نہ ہو سکے۔

امام محمد بن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

باب الهلال اذا راها اهل بلدة هل يلزم بقية

البلاد الصّوھر؛ نیل الاوطار ص ۲۱۷ ج ۲

باب ہے کہ جب ایک شہر والے چاند دیکھیں تو کیا دوسرے شہر والوں کو

روزہ رکھنا ضروری ہے؟ نیل الاوطار ص ۲۱۷ ج ۲

علامہ ابنیؒ فرماتے ہیں:

حدیث لكل قوم رؤيتهم - الابی ص ۲۲۶ ج ۳

ہر قوم کے لئے اپنی رویت کا اعتبار ہے۔

علامہ سنوسیؒ فرماتے ہیں:-

باب بیان ان لكل بلد دؤیتهم۔

مکمل اکمال الاکمال مع اکمال الاکمال ۲۲۲ ج

باب ہے ہر شہر والوں کی اپنی رویت کا۔

⑧ امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ استاد امام بخاریؒ و مسلمؒ فرماتے ہیں:  
فی القوم یرون الهلال ولا یرونہ الا خرون (مصنف ص ۷۹ ج ۳)

جب ایک قوم چاند دیکھے اور دوسرے لوگ نہ دیکھیں۔ مصنف ص ۷۹ ج ۳  
⑨ امام ابن قدامہؒ مغنی میں فرماتے ہیں:

اذا رای الهلال اهل البلد لزوم جمیع البلاد الصوم  
جب ایک شہر میں چاند دیکھا جائے تو پورے ملک میں روزہ رکھنا لازمی ہے و مغنی ص ۶

⑩ الشرح الکبیر میں :-

اذا رای الهلال اهل البلد لزوم الناس کلهم الصوم  
جب ایک شہر والے چاند دیکھ لیں تو تمام لوگوں کو روزہ رکھنا چاہیئے و شرح الکبیر ص ۷ ج ۳

⑪ علامہ ابن رشدؒ فرماتے ہیں:

ان التؤدیه ثقت بالخبر فی حق من لم یروہ فهل یتعدی  
جو آدمی چاند خود نہ دیکھے لیکن اسے خبر ملے تو کیا وہ ایسے دوسری جگہ  
ذلك من بلد الی بلد و ہدایۃ المجتہد ص ۲۱  
یہ تمام علماء ان ابواب کے تحت کرسیب کی حدیث کو ذکر کر کے

ثابت کرتے ہیں کہ دور کی روایت معتبر نہیں ہے ان علماء میں سے ابو بکر ابن شیبہؒ کے علاوہ سب نے یہی حدیث نقل کی ہے اور ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے ایک موقوف روایت اس مسئلے کے ثبوت کے لئے پیش کی ہے۔ جو کہ اس مرفوع روایت کی مؤید ہے۔ وہ فرماتے ہیں:-

حدثنا ابن ادریس عن ابن ادریس عبد اللہ بن سعید سے  
عبد اللہ بن سعید قال ذکروا بیان کرتے ہیں۔ کہ مدینہ میں چاند  
بالمدینۃ رویتہ الہلال وقالوا دیکھنے کا ذکر ہوا تو بعض لوگوں نے کہا  
ان اہل استارۃ قد راؤہ فقال کہ استارہ والوں نے چاند دیکھا ہے  
القاسم وسالما مالنا ولا اہل استارۃ تو قاسم اور سالم نے جواب دیا کہ ہمیں  
مصنف ابن ابی شیبہؒ ص ۴۹ ۵ اہل استارہ سے کیا واسطہ ۵

### حدیث کریم میں تین باتیں ہیں

اول ————— طہذا امرنا اصول حدیث کی رو سے کیا ہے ؟

دوم ————— طہذا کا مُشارٌ الیہ کیا ہے ؟

سوم ————— ابن عباسؓ کا لاکھنا کس وجہ سے تھا ؟

یہ لفظ باتفاق علماء اصول حدیث دال علی رفع الحدیث ہے  
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر دلالت کرتے ہیں  
ابن صلاح اپنے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ:-

النوع السادس: معوقہ المرفوع۔ (چھٹی قسم) حدیث مرفوعہ کی تعریف



وہو ما اذیف الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً ولا یقع مطلقۃً علی غیر ذلک۔ حدیث مرفوع وہ ہے جو خاص طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو اور اس کا اطلاق اس کے علاوہ

مقدمہ ابن صلاح ۶۵ کسی پر نہیں ہوتا۔ مقدمہ ابن صلاح ۶۵ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:-

وہو ما ینتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویقتضی تلفظہ امّا تصریحاً او حکماً ان المنقول بذالک الاسناد من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حدیث مرفوع وہ ہے جس کی سند کی انتہائی صلی اللہ علیہ وسلم تک ہو اور اس کے الفاظ چاہے صراحتاً چاہے حکماً دلالت کریں کہ یہ عبارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ ہے۔

شرح نخبة الفکر ص ۹۳ شرح نخبة الفکر ص ۹۳

علامہ محمد حسین تصحیح النظر میں فرماتے ہیں کہ جہور کے نزدیک

مرفوع وہ حدیث ہے:-

ما اذیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولاً او فعلاً او تقریراً۔ تصحیح النظر ص ۱۳۶۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قولی طور پر یا فعلی طور پر یا تقریری طور پر منسوب ہو۔

علامہ عبد العزیز زہاروی کوثر البقی میں فرماتے ہیں:

اذا قال الصرحابی امرنا جب صحابی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم نے یہی فلاں بات کا حکم  
 لکھا اور نہ ان کا کذا افعو مرفوع دیا یا فلاں بات سے روکا تو جہور کے  
 عند الجمہور۔ (کوثر النبی ص ۱۸) نزدیک وہ مرفوع حدیث کہلاتی ہے۔

① بہر حال ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لکھا امرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے مرفوع قولی صریحی ہوتے ہیں کوئی شائبہ نہیں (مشار الیہ)

② یہی بات کہ لکھا امرا اشار الیہ کیا ہے؟ تو محدثین نے اس کی  
 وضاحت بھی کر دی ہے۔

① امام شوکانی فرماتے ہیں کہ:-

المشار الیہ بقولہ ”لکھا“ لکھا امرا الخ کا اشار الیہ یہ قول ہے  
 امرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس میں ہے کہ ہم تو روزہ رکھتے رہیں گے  
 وسلم“ ہو قولہ فلا نزال الصوم یہاں تک کہ تین دن پورے ہوں یا  
 حتیٰ تکمل ثلاثین نیلا الاوطار<sup>۲۱۸</sup> اس سے پہلے دیکھ لیں۔

② قاضی اسکندر ریہ اشیر محمد نجیب فرماتے ہیں:-

ان قولہ ”لکھا“ امرا رسول کہ لکھا امرا الخ کا مرجع معاویہ کی  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توجع رویت اور کرب اور دوسرے لوگوں  
 الی عدم الاکتفاء برویہ معاویہ کی رویت اور روزے اور معاویہ کے  
 ورویہ کرب والناس۔ و صومہم روزے پر اکتفا نہ کرنا ہے۔ اور یہی  
 و صوم معاویہ و هذا ظاہر۔ ظاہر ہے،

ارشاد اہل ملتہ الی اثبات الاہلۃ<sup>۲۱۹</sup> ارشاد اہل ملتہ الی اثبات الاہلۃ ص ۲۷۸

علامہ حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب فرماتے ہیں:  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح حکم دیا ہے کہ ایک  
 ملک کے لئے دوسرے ملک کی شہادت معتبر نہیں۔  
 فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۶۱ بحوالہ فتاویٰ اہل حدیث روپڑی

جلد ۲ ص ۵۲

الشیخ عبد اللہ بن حمید الرئیس اپنے رسالہ ”تبیان الادلۃ  
 فی اثبات الاہلۃ“ میں فرماتے ہیں کہ اس سے مطلب ابن عباس  
 کا یہ تھا کہ اہل مدینہ اہل شام کی رویت سے افطار نہ کریں۔  
 ان اقوال سے بطور قدر مشترک یہ ثابت ہوا کہ ٹھکانا کا  
 ”مشار“ الیہ اہل شام کی رویت کو معتبر نہ سمجھنا ہے۔  
 علامہ محمد نجیب قاضی اسکندریہ فرماتے ہیں۔

قولہ ٹھکانا امروا رسول اللہ صحابی کا یہ قول کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم یحتمل انہ اشارۃ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا اس میں  
 الی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی  
 رأیتہ فصوصوا۔ الحدیث اشارے کا احتمال ہے کہ جب  
 ویحتمل ان یکون عندہ حدیث تم چاند کو دیکھو تو روزہ رکھو  
 اُخرون نص خاص فی مثل هذه اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ قائل  
 الواقعة۔ والحاصل انہ کامعارضۃ کی نظر میں کوئی اور حدیث یا  
 فیدر لما تقدم۔۔۔۔۔ ان المشار کوئی نص اس قسم کے واقعہ کے بارے میں ہو۔

الیہ بقولہ ھکذا ھو عدم الاکتفاء  
 برویۃ معاویۃ سواء کان ذلک  
 لحدیث اذا دأیتموہ فصوصوا  
 اولخیر ذلک۔ ص ۲۸

مثالیہ ہونی نتیجہ یہی نکلا کہ مذکورہ  
 نصوص میں کوئی تعارض نہیں اور  
 (ھکذا) کا منشاء الیہ معاویۃ رضی اللہ عنہ کی  
 روایت پر اکتفاء کرنا ہے چاہے یہ  
 اس حدیث کے ساتھ ہو (اذا دأیتموہ  
 فصوصوا) یا اس علاوہ کسی حدیث کے ساتھ ہو۔



### احتمالات عدم اکتفاء ابن عباس رضی اللہ عنہما

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اہل شام کو معتبر نہ سمجھنے کے علمائے کئی  
 احتمالات بیان کئے ہیں :-

① آسمان کے صاف ہونے کی صورت میں نہ دیکھنا یقینی ہے اور  
 شاید یا مخبر کا قول غلطی ہے۔ اور یقین کو ظن کی بنا پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔  
 شاید ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہو۔

② یہ احتمال بھی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کرب کو ایک شاید تصور  
 کیا ہو۔ عید کا چاند ایک شاید سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔

ارشاد اہل الملتہ فی اثبات الاصلۃ ص ۲۷۸ ص ۲۷۹

یہی احتمالات امام سیوطیؒ اپنے رسالہ العلم المنشور فی  
 اثبات الشہور میں فرماتے ہیں :-

وکلام ابن عباس محتمل بوجودہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام میں کئی احتمال ہیں

**احدہا:** ان مطلع الشام ① یہ کہ شام اور مدینہ منورہ کا مطلع  
ومطلع المدینہ مختلفہ :- سورج طلوع ہونے والی جگہ مختلف ہے۔

**ثانیہا:** لان عدم رؤیتہ ② چاند کا نہ دیکھنا یا دل نہ ہونے کا وجود  
مع الصحویقین وقول الشاہدین یقینی ہے ۔ اور گواہوں کی بات ظنی ہے۔  
ظن فلا یتروا الیقین بالظن فلعل ابن  
عباس کان یزی هذا المذهب ہو سکتا ہے کہ ابن عباس کا یہی مذہب ہے۔

**ثالثہا:** ان یکون ابن ③ ہو سکتا ہے کہ ابن عباس نے  
عباس اقام کریما مقام شاہد کریب کو شوال کے چاند میں ایک گواہ سمجھا  
واحدا علی ہلال شوال دھو ہوا اور شوال کا چاند جمہور کے نزدیک  
لا یثبت الا بشاہدین عند دو شاہدوں کے بغیر ثابت  
جمہور العلماء فلذلک دیک نہیں ہوتا ہے۔ لہذا اس کے ساتھ  
لعدم شاہد اخر معد۔ دوسرا شاہد نہ ہونے کی وجہ سے

یہ العلم المنشور ۱۶ ص ۱۷ :- اس کو رد کیا ہو۔

موعاۃ المفاتیح ص ۲۰۶ حاشیہ ۲۳۱ ج ۱

نووی شرح مسلم ص ۳۴۱

**رابعًا:** دہ لانہ خبر ④ اس لئے رد کیا کہ یہ خبر واحدہ

واحدہ قرطبی ص ۲۹۶ ج ۱ :- (اور خبر واحد مقبول نہیں)

توان احتمالات میں سے احتمال ثانی تو کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا  
کیونکہ جس نے احتمال بیان کیا ہے۔ وہ بھی لعل کے ساتھ بیان کر رہا ہے

تیسرے احتمال کے بارے میں علامہ محمد نجیب فرماتے ہیں :-  
 وَلَيْسَ ذَلِكَ رَدًّا ابْنِ عَبَّاسٍ  
 شہادۃ کو یہ لائن شاہد  
 وَاحِدٌ فَانْ كَوْنًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ  
 نعم ورسالة الناس وصام معاوية  
 فقد شهد ونقل شهادة الناس  
 وحكم معاوية بالصوم -  
 (ارشاد الملة في اثبات الهلّة)  
 کی بات اس کے ایک شاہد ہونے کی  
 وجہ سے رد کی ہو۔ اس لئے کہ کرینے  
 کسا، ابن عباس کو کہ ہاں میں نے  
 دیکھا اور لوگوں نے دیکھا اور معاویہ  
 نے روزہ رکھا۔ تو کرینے کو اسی دی  
 اور لوگوں کی شہادت اور معاویہ کے  
 روزہ رکھنے کے حکم کو نقل کیا۔  
 (ارشاد اہل الملة في اثبات اہل الہ)



امام قرطبیؒ فرماتے ہیں :-  
 لان كونه بالشهادة انما اخبر عن  
 حکم ثبت بالشهادة - قرطبی ص ۲۹۲  
 سے ثابت شدہ بات کی خبر دی۔ قرطبی ص ۲۹۲  
 اور چوتھے احتمال کے رد میں امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ  
 لان كونه بالشهادة انما اخبر  
 اور ثابت شدہ بات میں کوئی اختلاف  
 نہیں۔ کیونکہ اس میں ایک کی خبر بھی جائز  
 ہے۔  
 عن حكم ثبت بالشهادة والاختلاف  
 فی الحكم الثابت انه مجزئ فيه  
 خبر الواحد - قرطبی ص ۲۹۲  
 احتمال اول کے بارے میں امام قرطبیؒ فرماتے ہیں :-  
 قرطبی ص ۲۹۲

دردہ لان الاقطار مختلفہ کیونکہ مطلع میں کنارے آسمان  
فی المطالع وهو الصحيح :: کے مختلف ہیں اور یہی احتمال صحیح

۲۹۶ قریبی  
۱۲۱ ص ۱۲۱ قریبی

۲۹۶ قریبی  
۱۲۱ ص ۱۲۱ قریبی

وانما ردہ لان الرویۃ لا یثبت حکمها فی حق البعید۔ اس لئے قابل قبول نہیں کیونکہ  
دور کی رویت کا اعتبار نہیں کیا  
نوی ص ۳۷۱ مع مسلم جاتا۔ نوی ص ۳۷۱ مع مسلم  
علامہ سندھوی نائی کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :-

والی المعنی الثانی قلیل۔ کہ دوسرے احتمال (یعنی رویت  
میں اطراف والوں کا اختلاف)  
ترجمۃ المصنف "اختلاف اہل  
الافاق فی الرویۃ" وغیرہ  
کی طرف مصنف یعنی امام نائی  
اور امام ابو داؤد اور امام ترمذی  
کا لزمذی و ابی داؤد و محمد  
بن تیمیہ (۱) و لکن المعنی الاول  
اور ابن تیمیہ کا میلان بھی ہے لیکن  
محتمل فلا یتقیم الاستدلال۔ پہلا معنی محتمل ہے۔ لہذا استدلال  
مروعاۃ المفاتیح ص ۲۵۱ حاشیہ درست

مرعاۃ المفاتیح ص ۲۵۱ حاشیہ نائی ص ۲۳۱  
۱۲۱ ص ۱۲۱ حاشیہ نائی ص ۲۳۱

نسائی ص ۲۳۱  
۱۲۱ ص ۱۲۱ حاشیہ نائی ص ۲۳۱

علامہ ابی ان تمام احتمالات کو ذکر کر کے فرماتے ہیں :-

قلت تقدم ما فی ذلك من التفصیل والخلاف و احتمالاً  
اس بارے میں جو تفصیل و اختلاف  
تھا گذرا۔ یہ احتمال کہ اس نے خبر پر  
لم یعول علی الخبر و مابعدہ تاویل اعتماد نہیں کیا اور اس کے اور احتمالاً

من يقول روية بلد تلزم اهل  
(بلد) اخوى و هي كلها خلاف  
قولهم هكذا امرنا رسول الله  
صلى الله عليه وسلم

اکمال اکمال المعلم ص ۲۲۶  
۳۳

یہ سب کے سب تاویل ہیں۔  
ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ ایک شہر  
میں دیکھنے سے دوسرے شہروں  
پر لازم ہے۔ یہ تاویلات سب  
کی سب ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول  
کی جو فرمایا کہ ٹھکانا الخ اسی طرح  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے حکم دیا ہے کے خلاف ہیں۔

اکمال اکمال المعلم ص ۲۲۶  
۳۳

امام شوکانی رح نے جو احتمالات ذکر کئے ہیں ان کے بارے میں  
علامہ عبید اللہ مبارکیوری فرماتے ہیں:

وعندی کلام الشوکانی صبیحی میرے نزدیک امام شوکانی کی بات

علی التحاکل و لادہ ظاہر جذبات پر مبنی ہے جس کو حدیث کا

سیاق الحدیث۔ ص ۲۰۶ ظاہری سیاق رد کرنا ہے۔ ص ۳۰۶

حاصل یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے روایت کریم و معاویہ و اہل

انعام کو رد کرنے کے جو احتمالات بیان کئے گئے ہیں وہ سب کے سب بے کار

ہیں۔ سوائے اس احتمال کے کہ حجاز و اوشام کے درمیان مسافت بعید

تھی لہذا اس روایت کو معتبر نہیں سمجھا گیا۔

❖❖❖❖❖



## اختلاف مطالع کلام اعتبار

امام ابن تیمیہؒ تو اس طرف گئے ہیں کہ اس معاملہ میں رسول  
خبر معتبر ہے اگر خبر اس وقت مل جائے کہ اس فریضہ کو اپنے وقت پر  
ادا کر سکتے ہیں۔ تو ایک جگہ کے لئے دوسری جگہ کی رویت معتبر ہے خواہ قریب  
مسافت ہو یا بعید اور اگر خبر اس وقت مل جائے کہ اس فریضہ  
کا ادا کرنا ممکن نہ ہو تو یہ رویت معتبر نہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں:  
فالصواب ان هذا

اعتبار کرنا یا نہ کرنا خبر پہنچنے پر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی

وجہ سے کہ فرمایا ہے کہ ”چاند دیکھ کر

روزہ رکھو“ جس کو اطلاع ملے کہ چاند

دیکھا گیا ہے تو اس بار میں رویت ثابت ہو

هذا الأمر على البلوغ لقوله

عليها السلام ”صوموا لرؤيته“

فمن بلغه أنه رُئي ثبت في

حقه من غير تحديد بمسافة

اصلاً مجئوع الفتاوى ج ۷ ص ۲۵۱

پھر فرماتے ہیں کہ :-

فقد خص أنه من بلغه

روية الهلال في الوقت الذي

يؤدى تلك التوبة الصوم

أو الفطر أو النسك وجب

اعتبار ذلك بلا شك والنصوص

وأثار السلف تدل على ذلك

اس بیان کو یوں ملخص کیا جاتا ہے کہ جس کو

چاند دیکھنے کی خبر پہنچی اس وقت میں جس

میں اس رویت کی بنا پر روزہ یا غید

یا قربانی کو ادا کر سکتا ہو تو اس چاند کو معتبر

سمجھنا واجب نصوص و سلف کے آثار اس پر

دلائل کرتے ہیں۔

نصوص اور آثار السلف کو امام صاحب نے ذکر نہیں کیا ہے تاکہ اس پر اطمینان کیا جاتا۔ اس اطلاق کو عقل اور شرع دونوں نہیں مانتے۔ کیونکہ آج کل خبر تو نئے آلات کے ذریعہ دنیا کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک پہنچ جاتی ہے اور بروقت پہنچ جاتی ہے۔ مگر یہ تمام دنیا کے لئے ممکن نہیں۔ کیونکہ ان کے دن رات میں فرق ہے۔ اوقات نماز میں فرق ہے۔ مجرد بلوغ خبر سے رویت کا اعتبار کیسے ممکن ہے۔

نیز اس بات کو وہ لوگ تطبیق نہیں دے سکتے ہیں جو وحدۃ امت کے عید و رمضان میں داعی ہیں کیونکہ سعودی عرب کی رویت کی ان کو بر وقت اطلاع ہوتی ہے لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں کرتا ہے۔ یہ حال اللہ تعالیٰ امام صاحب کو غریقِ رحمت فرمائے۔  
مُسْلِمُ اَصُول ہے کہ

لَيْسَ الشَّانُ اَنْ يُؤْخَذَ  
بِجَمِيعِ قَوْلِ كُلِّ قَائِلٍ وَلَكِنْ  
الشَّانُ اَنْ يُؤْخَذَ دِيْتَرَا الْا  
قَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَاِنَّهُ يُؤْخَذُ لَا لِحَالَةٍ

ہر قائل کی ہر بات کو ماننا یہ کوئی صحیح  
بات نہیں بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ ہر قائل  
کی کچھ باتیں لی جائیں اور کچھ چھوڑی  
جائیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کے قول کے اس کو تو ضرور لیا  
جائے گا۔

نیز الشیخ عبد اللہ بن حمید الرئیس نے امام ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے

وہ فرماتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا مختاریہ ہے کہ  
 ”جس شہر میں چاند نظر آئے وہاں کے باشندوں پر  
 جس طرح روزہ لازم ہوگا۔ ان پر بھی ہوگا۔۔۔۔۔ جو  
 اس مطلع کے قریب قریب میں رہتے ہیں۔“

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۳۹ ج ۶

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں اس میں اہل معرفت  
 کا اتفاق ہے۔ اگر مطلع ایک ہو تو روزہ رکھنا لازم ہوگا ورنہ نہیں  
 شافعیہ کا صحیح ترین قول یہ ہے۔

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۳۹ ج ۶

## اختلاف مطلع میں مذاہب اربعہ کے نقطہ نظر

① مذہب حنفیہ : مذہب حنفیہ میں جمہور کے نزدیک اختلاف  
 مطلع معتبر نہیں ہے بلکہ بشرط بلوغ خبر دنیا کے اہل مشرق کی  
 رویت اہل مغرب کے لیے کافی ہے اور اہل مغرب کی رویت  
 اہل مشرق کے لئے۔

لیکن تحقیقی مذہب احناف کا یہ ہے کہ اختلاف مطلع معتبر  
 بلکہ لایحدی ہے۔

کنز الدقائق کے حاشیہ میں ہے :-  
 ولو رأى الهلال اهل بلد

اگر ایک شہر والے چاند دیکھ لیں

یلزم ذلك في حق بلدة أخرى في  
 ظاهر الرواية وقال بعضهم  
 لا يلزم وإنما المعتبرة في حق كل بلد  
 مرويتهم وقال بعضهم إذا كانت  
 بين البلدتين تفاوت لا تختلف  
 المطالع يلزم حكم أهل أحد  
 البلدتين لأهل البلدة الأخرى  
 وإن كانت تفاوت تختلف  
 المطالع لم يلزم۔

تو یہ روایت دوسرے شہروالوں  
 کے لئے لازم ہے۔ ظاہر روایت میں  
 بعضوں نے کہا ہے کوئی لازم نہیں  
 ہر شہروالوں کے لئے ان کی روایت  
 معتبر ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ  
 جب دونوں شہروں میں اتنا تفاوت  
 ہو کہ جس سے مطالع میں اختلاف  
 نہیں آتا ہو تب تو ایک دوسرے  
 کی روایت معتبر ہے۔ اور اگر ایسا  
 تفاوت ہو کہ جس سے مطالع میں  
 اختلاف ہوتا ہو تو ایک شہر کا حکم  
 دوسرے شہر کے لئے لازم نہیں۔

### صاحب العرف الشذی فرماتے ہیں :

أذرای أهل بلدة الهلال  
 وانتقلت الروية إلى بلدة أخرى  
 بما لها من الشرف كما مقرر  
 ثبت لهم الهلال بثبوت شرعي  
 ففي عامة كتبنا أن أهالي هذه  
 البلدة الأولى ولو كانت بين  
 جب ایک شہر والے نے چاند دیکھا  
 اور روایت کی خبر دوسرے شہر تک  
 ان شرائط سے پہنچے جو آگے گزر چکے  
 ہیں۔ ان کے لئے چاند شرعی طریقے سے  
 ثابت ہو گیا۔ تو ہماری عام کتابوں  
 میں تو یہ ہے کہ دوسرے شہر پر بھیجئے

البلدین مسافة شرق و غرب  
 ویستی لهذا الاتباع بانه لا عبوة  
 لاختلاف المطالع .... وقال  
 الزیلعی شارح الكنزان عدم  
 عبوة اختلاف المطالع انما هو  
 فی البلاد المتقاربة لا للبلاد  
 التامة . وقال وكذلك فی  
 تجرید القدری وقال به الجرجانی  
 أقول لا بد من تسلیم قول الزیلعی  
 العرف الشذی مع الترمذی :  
 ص ۲۰۵  
 ص ۳۱  
 داکتر المشائخ علی انما  
 لا یعتبر والاشبه ان یعتبر لان  
 کل قوم محاطون بما عندهم  
 ..... والدلیل علی اعتبار الاختلاف  
 المطالع ما روی عن کریم المحدث  
 ارشاد اهل الملّة باثبات  
 الآهله ص ۲۷۵ معناه الفاسیح

شہر والوں کی اتباع لازم ہے اگرچہ  
 دونوں شہروں میں مشرق و مغرب کی  
 مساوت ہو۔ اسی اتباع کو مطلع کے اختلاف  
 کو اعتبار نہ دینا کہتے ہیں۔ کنز کے  
 شارح نے یہی کہتے ہیں کہ مطلع کے  
 اختلاف معتبر نہ سمجھنا قرب و جوار کے شہروں  
 کے بارے میں ہے نہ کہ دور کے شہروں کے بارے  
 میں۔ اس نے کہلے کہ ایسا ہی تجرید قدوسی  
 میں ہے۔ جرجانی کا بھی یہی قول ہے۔ میں  
 کہتا ہوں کہ زیلعی کی بات تسلیم کرنے کے  
 علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں۔  
 اکثر مشائخ کا کہنا ہے کہ اختلاف مطلع  
 معتبر نہیں اچھی بات یہ ہے کہ اختلاف  
 مطلع معتبر ہے۔ اس لئے کہ ہر قوم محاط  
 ہے ان احکامات کے جو ان پر لاگو ہوں۔  
 اختلاف مطلع پر دلیل وہ حدیث  
 ہے جو کریم سے مروی ہے۔

قدوری میں ہے اگر دونوں شہروں  
میں اتنا تفاوت ہو کہ اس سے مطلع  
میں اختلاف ہوتا ہو تو ایک کی رویت  
دوسرے کے لئے لازم نہیں۔ شیخ شمس الاعظمی  
حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ یہی حکم تھا  
کے مذہب میں سے صحیح مذہب ہے۔

صاحب بدائع نے اس بات کے ذکر کے بعد کہ  
ایک شہر میں جب چاند دیکھا جا تو  
دوسرے شہروں پر لازم۔ فرمایا ہے کہ  
یہ تب ہے جب کہ دونوں شہروں میں  
مساافت اتنی قریب ہو کہ اس میں  
مطلع کا اختلاف نہ ہو اور اگر  
ایک دوسرے سے دور ہوں تو  
لازم نہیں ہے۔ اس لئے کہ شہروں  
کے مطلع بہت زیادہ مسافت  
میں بدل جائیں۔ تو معتبر کیا جائیگا۔  
بہر شہر میں ان کے شہر کا مطلع نہ  
کہ دوسرے شہر کا مطلع۔

وفي القدرى ان كان  
بين البلدتين تفاوت مختلف  
فيه المطالع لا يلزمه وذكر الشيخ  
شمس الاعظمي الحلواني انه الصحيح  
من مذاهب اصحابنا۔

صحیح ۲۵  
مراجعة ۳

وفي البدائع فانه بعد ان  
ذكر ان الهلال اذا رآه اهل البلدة  
الآخرى قال هذا اذا كانت المسافة  
بين البلدتين قريبة لا تختلف  
فيها المطالع۔ فاما اذا كانت  
بعيدة لا يلزم اهل البلدين  
حكم الاخر لان مطالع البلاد  
عند المسافة الفاحشة مختلفة۔  
يعتبر في كل اهل بلد مطلع بلدهم  
دون البلاد الاخر۔ اهـ

ارشاد اهل الملة باثبات الاهلة

ص ۲۸۱

صاحب عرف السدح فرماتے ہیں :-

دکنت قطعت بما قال  
 الزیلعی ثم رأیت فی قواعد  
 ابن دُشد اجماعاً علی اعتبار  
 اختلاف المطالع فی البلدان  
 النائیة۔ العرفا لشذی مع التعمد  
 ۱۴۹  
 ص ۱۲

بیں نے امام زلیعی کے قول پر  
 قطعی فیصلہ کیا تھا (کہ اختلاف  
 مطالع معتبر ہونا چاہیے) پھر میں  
 نے قواعد ابن رشد میں دور کے  
 شہروں میں اختلاف مطالع کے  
 معتبر ہونے پر اجماع دیکھا۔

### بنا لکینہ کا نقطہ نظر

امام ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں امام مالکؒ سے دو قسم کی  
 روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک مصریوں کی روایت دوسری مدنیوں کی۔  
 مصری امام مالکؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شہر میں دیکھا جائے تو  
 دوسرے شہر والوں پر لازم ہے حتیٰ کہ اگر نہ رکھا تو قضا لازم ہے۔  
 مدنیوں نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ رویت خبر سے لازم  
 نہیں ہوتی سوائے اس شہر کے لئے جہاں دیکھا گیا ہو۔ پھر ابن  
 رشد مدنیوں اور مصریوں کا اجماع نقل کرتے ہیں کہ:

واجمعوا انہ لا یوای ذلک  
 فی البلدان النائیة کالاندلس  
 کالحجاز۔ بدایۃ المجتہد  
 مالکیہ کا اجماع ہے کہ رویت کا لحاظ  
 دور دراز کے شہروں میں نہ کیا  
 جائے گا جیسے اندلس اور حجاز کی  
 دوری۔

۳۱۰  
 ص ۱۲

دکنت قطعت بما قال  
 الزیلعی ثم رأیت فی قواعد  
 ابن رشد اجماعاً علی اعتبار  
 اختلاف المطالع فی البلدان  
 النائیة۔ العرفا لشذی مع التمدی  
 میں نے امام زبلی کے قول پر  
 قطعی فیصلہ کیا تھا کہ اختلاف  
 مطالع معتبر ہونا چاہیے پھر میں  
 نے قواعد ابن رشد میں دور کے  
 شہروں میں اختلاف مطالع کے  
 معتبر ہونے پر اجماع دیکھا۔

۱۴۹  
 ص ۱۲

### بما لیکہ کا نقطہ نظر

امام ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں امام مالکؒ سے دو قسم کی روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک مصریوں کی روایت دوسری مدنیوں کی۔ مصری امام مالکؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شہر میں دیکھا جائے تو دوسرے شہر والوں پر لازم ہے۔ حتیٰ کہ اگر نہ رکھا تو قضا لازم ہے۔ مدنیوں نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ رویت خبر سے لازم نہیں ہوتی سوائے اس شہر کے لئے جہاں دیکھا گیا ہو۔ پھر ابن رشد مدنیوں اور مصریوں کا اجماع نقل کرتے ہیں کہ:

واجبوا انہ لا یباعی ذلک  
 فی البلدان النائیة کالاندلس  
 کالحجاز۔ بدایۃ المجتہد  
 مالیکہ کا اجماع ہے کہ رویت کا لحاظ  
 دور دراز کے شہروں میں نہ کیا  
 جائے گا جیسے اندلس اور حجاز کی  
 دوری۔

۳۱۰  
 ص ۱۲



امام قرطبی فرماتے ہیں:-

وحكى أبو عمرو ابن عبد البر  
الاجماع على ان لا تراعى على الوصية  
فيما بعد من البلدان كالاندلس  
من خراسان، قال: لكل بلد  
روية هم الاماكان كالمصو الكبير  
وما تقارب اقطاره من بلدان  
المسلمين.

تفسیر قرطبی ص ۲۹۵  
۱۲

جیسے اور اس کے کنارے مسلمانوں  
کے شہروں سے ملے ہوئے ہوں۔

ابن عبد البر فرماتے ہیں نقل شہاد  
خواہ کسی حاکم کے حکم کی ہو یا دو  
عادلوں کی شہادت کی یا ایک  
مشہور جماعت تو یہ نقل ان  
بلاؤں تک عام ہوگی جو کہ آپس  
میں قریب ہوں نہ کہ بہت دور  
ہوں۔ اسی بات کو ابن عرفہ  
نے پسند کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ  
جن لوگوں نے دور کی بھی قبول کی ہے

قال ابن عبد البر النقل  
سواء كان عن حكم او عن روية  
العدلين او الجماعة المستفيضة  
انما يعم البلاد القريبة لا البعيدة  
جدا وارتضاه ابن عرفة و  
يمكن ان يكون مراد من  
قال ولو بعيدا لبعيد  
لا جدا فيكون موافقا  
لقول ابن عبد البر

کذا یؤخذ من شرح خلیل  
وحواشید فقد اختلف  
المالکیۃ فی اعتبار اختلاف  
المطالع وعدم اعتباره۔  
ارشاد اهل الملة الی  
اثبات الاهلة م ۲۷

اس سے مراد بہت دور نہ ہو تو  
اس کا قول ابن عبد البر کے قول  
کے موافق ہو گا۔ یہی مراد لیا جاتا،  
شرح خلیل اور اس کے حواشی  
جو اس نے فقد اختلف المالکیہ  
الخ سے ذکر کیا ہے۔

## شواہد کا نقطہ نظر

قالت الشافعیۃ کما فی  
النهاية وغیرها واذ اسؤی  
ببلد لزم حکم البلد القریب  
دون البعید فی الاصح  
ارشاد اهل الملة الی اثبات  
الاهلة م ۲۷۶

شواہد کہتے ہیں جیسے کہ نہا یہ  
وغیرہ میں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ  
جب کسی شہر میں چاند دیکھا جائے  
تو اس کا حکم قریب کے شہروں کیلئے  
ہو گا اور دور کے لئے نہیں۔

کتاب الرعاۃ الکبریٰ میں ہے جس نے نہیں دیکھا اس پر  
بھی وہ حکم لازم ہو جائے گا جو دیکھنے والے پر ہے تاہم یہ اس  
کے لیے ہے جو قریبی مطلع میں ہے یا دونوں کا مطلع ایک ہی ہو۔

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۳۸ ج ۶

وقال بعض الشافعیۃ بعض شواہد نے کہا ہے کہ

ان تقاربت البلاد كان الحكم  
واحداً وان تباعدت فوجهان  
لا يجب عندا لاكثر - واختار  
ابو الطيب وطائفة الوجوب  
وحكاة البغوي عَنِ الشَّافِعِيِّ  
مِرْعَاة ص ۲۰۴ ج ۳

اگر شہروں میں قُربت ہو تو ان کا ایک  
حکم ہے اور اگر دور ہوں تو دو وجہ  
جائز ہیں۔ اکثر کہتے ہیں اسی روایت  
سے دور والوں پر واجب نہیں  
ابو الایب اور ایک جماعت نے  
اس روایت دور والوں پر صوم کو واجب  
کو پسند کیا ہے۔ بغوی نے امام شافعیؒ کا بھی  
یہی مذہب بیان کیا ہے۔

وَقَالَ الْمَخَظُّمِيُّ فِي  
"شَرْحِ التَّقْرِيبِ" وَحَاكَاهُ التِّرْمِذِيُّ  
عَنْ أَهْلِ لَعْلَمٍ وَلَمْ يَحْكُ سِوَاهُ  
وَحَاكَاهُ الْمَوْرِدِيُّ وَجَهَانِي مَذْهَبِ  
الشَّافِعِيِّ - وَقَالَ الْآخَرُونَ - إِذَا  
رَأَى بِلْدَةً لَزِمَ أَهْلَ جَمِيعِ الْبِلَادِ  
الصَّوْمَ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ  
وَالْحَنَفِيَّةِ وَاحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَ  
الْكَوْنِيَّةِ بِنِ سَعْدٍ وَحَاكَاهُ ابْنُ  
الْمُنْذِرِ عَنْ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ عِدَّةٍ  
قَالَ بَعْضُ الشَّافِعِيَّةِ فَإِنَّهُمْ

حافظ عراقی شرح تقریب میں فرماتے ہیں  
کہ امام ترمذیؒ نے دور کے شہروں کے لیے  
عدم لزوم اور ہر شہر کی رویت وہیں  
کے لیے کو اہل علم سے ذکر کیا ہے۔ اور  
اس کے علاوہ کوئی مذہب ذکر نہیں  
کیا۔ اسی کو الماوردی نے امام شافعیؒ  
کے مذہب کی ایک وجہ بیان  
کی ہے۔ اور دوسروں نے کہا جب ایک  
شہر میں دیکھا جائے تو تمام جہاں  
پر روزہ واجب ہو۔ یہی مالکؒ، ابو حنیفہؒ  
احمد بن حنبل اور لیث ابن سعد مذہب ہے۔

قالوا۔ ان تقاربت البلدان فحكمها  
واحدًا وان تباعدت فوجهاں !  
اصحهما عند الشيخ ابي حامد  
والشيخ ابي اسحاق والخزالي  
والشاشي والاكثرين انه لا يجب  
الصوم على اهل البلد الآخر  
والثاني الوجوب واليه ذهب  
القاضي ابو طيب والروباني ۔  
فقال انه ظاهر المذهب  
واختاره جميع اصحابنا،  
وحكاة البغوي عن الشافعي  
نفسه ۔ تعليق ۔ شرح السنة  
للـبغوي ص ۲۴۵

اس کو ابن منذر نے اکثر فقہاء سے  
نقل کیا ہے (کہ ہر شہر والوں کے لئے  
انہیں کی رویت معتبر ہے) اس  
پر بعض شوافع نے قول کیا ہے ۔ وہ  
کہتے ہیں کہ شہر اگر آپس میں قریب ہو  
تو ان کا حکم ایک ہے ۔ اور اگر دور ہو  
تو دو وجہ ہیں ۔ ابو حامد شیخ اسحاق  
اور غزالی اور شاشی اور اکثر کے نزدیک  
دو شہر والوں پر لازم نہیں ہے ۔  
دوسرا مذہب یہ ہے کہ لازم ہے  
اسی کی طرف گئے ہیں قاضی  
ابو الطیب اور روبانی ۔ فرمایا ہے کہ  
یہ ظاہر مذہب ہے، ہمارے سب  
اصحاب نے اسی کو پسند کیا ہے ۔  
بغوی نے خود امام سے اسی مسلک  
کو حکایت کیا ہے ۔ (امام شافعی رحمہ)



## حنابلہ کا نقطہ نظر

محمد نجیٹ قاضی اسکندریہ فرماتے ہیں کہ  
 قَالَتِ الْحَنَابِلَةُ لَا عِدَّةَ حَنْبَلِيَّوْنَ لَمْ يَكُنْ لَهُمُ اخْتِلَافٌ  
 اختلاف المطالع۔ مطالع معتبر نہیں۔

ارشاد اہل ملت ص ۲۷۶

”الانصاف“ میں ہے ہر شہر والے چاند دیکھ لیں تو تمام  
 لوگوں پر روزہ لازم ہو جائیگا۔ مطلع ایک ہو یا مختلف یہ اصل  
 مذہب ہے لیکن یہ مسلک مفردات سے ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا مختار یہ ہے کہ جس شہر میں  
 چاند نظر آجائے وہاں کے باشندوں پر جس طرح لازم ہوگا ان پر  
 بھی ہوگا جو اس مطلع کے قریب رہتے ہیں۔

نیز کہتے ہیں۔ مطالع کے اعتبار اختلاف میں اہل معرفت  
 کا اتفاق ہے۔ اگر مطلع ایک ہو تو پھر روزہ لازم ہے۔ بصورت  
 دیگر نہیں۔

صاحب ”الانصاف“ نے صراحت کی ہے کہ یہ مذہب کہ  
 ”رویت کا اعتبار ہر ایک کے لئے ہو۔ چاہے مطلع ایک یا مختلف  
 ہو مفردات سے ہے۔ یعنی جمہور کے مسلک کے خلاف ہے

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۳۸/۶

مذاہب اربعہ کے علماء کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اگرچہ نفس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے مگر مذہب محقق یہ ہے کہ کسی شہر والوں کے چاند دیکھ لینے سے دور دراز کے بلاد میں عمل لازم نہیں ہوتا جبکہ مطلع میں اختلاف ہو۔

## {عِلْمَاءُ اہل حَدِیث}

چونکہ اختلاف مطالع عقلاً و نقلاً ثابت ہے لہذا مسلک اہل حدیث میں اختلاف مطالع کو معتبر سمجھنے پر علماء نے تصریح کی ہے۔ اس مسلک کے حامل ابن عباسؓ ہیں جو کہ بقول کرب اس مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کا اجماع سکوتی ہے۔ کیونکہ جب مدینہ منورہ میں ابن عباسؓ نے یہ فرمایا کہ اہل شام کی رویت اہل مدینہ کے لئے معتبر نہیں تو ابن عباسؓ کے اس قول کے مخالف کوئی قول منقول نہیں۔ لہذا یہ اجماع سکوتی ہوا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ :

وقد اختلف العلماء في ذلك  
على مذاهبٍ اَحَدُهَا اهل كل بلد  
رويتهم وفي صحيح مسلم من حديث  
ابن عباسٍ ما يشهد له وحكاہ ابن  
المنذر عن عروة والقاسم وسالم  
اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔  
چند مذاہب پر ایک یہ کہ ہر شہر والوں  
کے لئے ان کا دیکھنا ہے۔ صحیح مسلم میں  
ابن عباسؓ کی حدیث اس پر شاہد (دلیل)  
ہے۔ اس مسلک کو ابن المنذر عروہ القاسم وسالم

اور اسحاقؒ سے نقل کیا ہے اور اس  
مذہب کو ترمذی نے اہل علم سے نقل  
کیا اس کے علاوہ اور مذہب نقل  
نہیں کیا۔

واسحاق و حکاۃ الترمذی عن  
اہل العلم ولم یحک سواہ  
فتح الباری ۲/۲۳ مواعاة المفاتیح

ص ۲۰۴

امام قرطبی فرماتے ہیں :-

وَ اختلفوا اذا خیر عین  
دوتہ بلد، فلا یخلو ان یقرب او  
یبعد، فان قرب فالحکم واحد  
وان بعد فلا ھل کل بلد دوتہ ہم  
روی ھذا عن عکرمۃ والقاسم وسلم  
وروی ھذا عن ابن عباسؓ وبہ  
قال اسحق والیہ اشار البخاری  
حیث بوب "لا ھل کل بلد  
دوتہ ہم، قرطبی ص ۳۹۵ ج ۱

اس باب میں اختلاف ہے کہ جب کوئی خبر دینے والا  
کسی شہر کی رویت ہلال کی خبر دے۔ تو وہ  
خالی نہیں ہوگی یا وہ شہر قریب ہو گا یا دور۔  
اگر قریب ہے، تو دونوں شہروں کا حکم ایک ہے  
اور اگر دور ہو تو ہر شہر والوں کیلئے انہیں کا  
دیکھنا معتبر ہو گا یہی مذہب عکرمہؒ قائم  
سالم کا ہے۔ یہی ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ یہی  
کہا ہے اسحاقؒ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے  
امام بخاریؒ جو کہ اس طرح باب باندھا کہ  
ہر شہر والوں کے لئے انہی کا دیکھنا معتبر ہے۔

امام سیوطیؒ اعلم المنشور فی اثبات الشہور میں فرماتے ہیں:

عکرمہؒ سالمؒ قاسمؒ اسحاقؒ ابن  
المبارکؒ سے مروی ہے کہ ہر شہر والوں کیلئے  
انہیں کا دیکھنا ہے۔ امام بخاریؒ اسی طرح ہے۔

وعن عکرمۃ والقاسم وسلم  
واسحاق وابن المبارکؒ لکل بلد دوتہ  
وبوب البخاری باب "لکل بلد دوتہ ہم"

العلم المنشور ۱۳  
باندھتے ہیں ”ہر شہر والوں کے لئے  
انہیں کا دیکھنا معتبر ہے۔“

تکبیر:

شیخ عبد اللہ بن حمید الرئیس فرماتے ہیں کہ :  
لیکن میں نے صحیح بخاری کے مختلف نسخے اور مخطوطے ملاحظہ کئے ہیں  
مگر مجھے یہ باب نہیں مل سکا۔ قرطبی نے بھی اس جوہب بخاری کا ذکر کیا  
ہے۔ . . . . ہو سکتا ہے کہ شیخ سبکی اور قرطبی کے پاس صحیح بخاری  
کے نسخوں میں یہ باب موجود ہو۔ یا پھر شیخ سبکی نے قرطبی کی تقلید کی ہو۔  
(فتاویٰ علماء حدیث ج ۶ ص ۱۳۶)

علامہ الیّد سائق فقہ السنّة میں فرماتے ہیں :-  
وذهب عکرمۃ والقاسمۃ عکرمہ - قاسم بن محمد سالم - اسحاق  
ابن محمد و سالم و اسحاق و الصّیح اسی طرف گئے ہیں کہ ہر شہر والوں کیلئے  
عند الاحناف - والمختار عند الشافعیۃ انہی کا دیکھنا ہے اور ایک شہر والوں  
انہ یعتبر لاهل کل بلد و یتہم پر دوسرے شہر والوں کا دیکھنا معتبر  
ولا یلزمہم دویۃ غیوہم نہیں۔ یہی احناف کے ہاں صحیح مذہب  
لما رواہ کویب ..... اور شوافع کے ہاں مختار مذہب ہے۔ اس  
..... وقال الترمذی حدیث کی وجہ جس کو کریم نے روایت کی ہے  
حسن صحیح غریب والعمل علی ..... امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن  
هذا الحدیث عند اهل العلم صحیح غریب، اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے



۱۰ لکل بلد رویتہم۔ وفي فتح العلام شرح بلوغ المرام! الاقرب لزوم اهل بلد الروية وما يتصل بهما من الجهات التي على سمتها۔  
فقہ السنۃ ص ۳۶ ج ۱

کہ ہر شہر والوں کے لیے انہیں کا دیکھنا معتبر ہے۔ فتح العلام شرح بلوغ المرام میں ہے کہ زیادہ صحیح یہ بات ہے کہ جس شہر میں دیکھا جائے اسی شہر اور اس کے ارد گرد شہر والوں پر جو اسی شہر کی سمت میں واقع ہے اسی روایت کا اعتبار کرنا لازم ہے۔

\*\*\*

ومن المعلوم انه لا خلاف لاحد من العلماء ان كلا من الهلالين متى ثبتت رویتہما فی بلد لنم باقی البلاد التي يتصل بمطلعها مع مطلع بلد التیوث۔  
ومطلقاً على الخلاف في اعتبار اختلاف المطالع وعدم اعتبارہ۔  
ارشاد اهل الملة ص ۲۰۳

\*\*\*

وبالحجۃ فالقول بعدم اعتبار اختلاف المطالع مخالف المعقول والمنقول۔ اما مخالفۃ

حاصل یہ کہ اختلاف مطالع کو معتبر نہ کرنے پر قول عقل اور نقل کے خلاف ہے۔ عقل سے مخالف

اق لكل بلد رويته۔ وفي فتح العلام  
 شرح بلوغ المزام! الاقرب لزوم  
 اهل بلد الروية وما يتصل  
 بهما من الجهات التي على سمتها۔  
 فقه السنة ص ۳۶ ج ۱

کہ ہر شہر والوں کے لیے انہیں کا دیکھنا  
 معتبر ہے۔ فتح العلام شرح بلوغ المزام  
 میں ہے کہ زیادہ صحیح یہ بات ہے کہ جس  
 شہر میں دیکھا جائے اسی شہر اور  
 اس کے ارد گرد شہر والوں پر جو اسی  
 شہر کی سمت میں واقع ہے اسی روایت  
 کا اعتبار کرنا لازم ہے۔

❖ ❖ ❖

ومن المعلوم انه لا خلاف  
 لاحد من العلماء ان كلا من  
 الهلالين متى ثبتت رويته  
 في بلد لزوم باقي البلاد التي يتحد  
 مطلعها مع مطلع بلد الثبوت۔  
 ومطلقاً على الخلاف في اعتبار  
 اختلاف المطالع وعدم اعتباره۔  
 ارشاد اهل الملة ص ۲۳

❖ ❖ ❖

وبالحكمة فالقول بعدم  
 اعتبار اختلاف المطالع مخالف  
 المعقول والمنقول۔ اقا محالفته

حاصل یہ کہ اختلاف مطالع کو  
 معتبر نہ کرنے پر قول عقل  
 اور نقل کے خلاف ہے۔ عقل سے مخالف

للمعقول فَلَمَّا عَلِمْتَهُ مِنْ  
اِخْتِلَافِ الْاَوْقَاتِ وَالِاِثْمِ  
عِنْدَ قَوْمٍ قَدْ يَكُونُ لَيْلًا عِنْدَ  
اُخَرٍ وَامَّا مَخَالَفَةُ الْمُنْقُولِ  
فَلَا تَنْهَى مَخَالَفَ لَمَّا تَقْدَمُ عَنْ  
كَرْبِ الْخَمْرِ

اِرشاد اهل الملة ص ۳۷۷

❖ ❖ ❖

قَالَ الْقَرَفَانِي فِي فُرُوقِهِ  
اَنَّ الْحَقَّ اِعْتِبَارُ اِخْتِلَافِ الْمَطَالِعِ  
وَشَنَعَ عَلَيَّ مَنْ قَالَ بَعْدَ اِعْتِبَارِهِ  
وَأَنَّهُ إِذَا رَجَعْتَ إِلَى الْوَقْعِ  
وَنَفْسٍ لِأَمْرٍ تَجِدُ أَنَّ اِخْتِلَافَ  
الْمَطَالِعِ مَعْلُومٌ بِالْحَقِّ وَوَسْرَةٍ  
وَاِخْتِلَافِ الْاَوْقَاتِ بِاِخْتِلَافِهَا  
مُسْتَأْهَدٌ مَعَائِنٌ

اِرشاد اهل الملة ص ۳۷۶

❖ ❖ ❖

ہونے کو تو آپ جان چکے ہیں کہ یہ ضروری  
طور پر ثابت ہے۔ جو کہ اوقات کا اختلاف  
اور یہ اختلاف کہ کبھی (کہیں) دن  
ہوتا ہے تو دوسری جگہ رات اور اگر  
ایک جگہ رات ہو تو دوسری جگہ دن۔  
اور نقل کی مخالفت یہ کہ اختلاف مطالع  
کو معتبر نہ کرنا۔ وہ مخالف ہے اس حدیث  
کا جو ہم نے پہلے کریمے بیان کی ہے۔  
قرافی اپنی کتاب فروع میں فرماتے ہیں۔  
کہ حق بات یہ ہے کہ اختلاف مطالع  
کو معتبر کیا جائے۔ اور اُن لوگوں کی  
برائی بیان کی ہے۔ جو اختلاف مطالع کو  
معتبر نہیں گردانتے۔ جب آپ نفس الامر  
واقعہ کی طرف رجوع کریں گے۔ تو آپ  
اختلاف مطالع کو معلوم بالضرورتہ  
پائیں گے۔ اور اوقات کا مختلف ہونا  
مطالع کے مختلف ہونے کی وجہ سے  
بالمشاہدہ دیکھا جاتا ہے۔

ابن النباء کہتے ہیں محمد بن نسیم نے کتاب المواقیت میں کہا ہے کہ

اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف نہیں کہ بعدِ مسافت کا اعتبار کیا جائے جو شخص علی الاطلاق رویت کا حکم سب کے لیے ثابت کر دیتا ہے۔ اور مسافت قریب اور مسافت بعید کا فرق کئے بغیر وہ بُری تعلیم دے رہا ہے۔ اس کا یہ فیصلہ چاند سے متعلق حکمتِ الہی سے ناواقفیت کا نتیجہ بھی ہے۔ اور انسانوں کے لیے اللہ کے احکام کے مخالف بھی۔

فتاویٰ علماءِ حدیث ص ۱۳۱

اختلافِ مطالع کو نظر انداز کرنا دراصل ”صوموا لرویتہا وافرءا لرویتہا“ (بخاری) کے مصداق پر پانی پھرنے والی بات ہے۔ حدیث میں رویت کا ذکر ہے اس سے مراد چاند کا وہ دائرہ ہے جہاں وہ نمودار ہو کر دیکھا جاسکتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو ”لرویتہا“ کی قید ایک تکلف ہے۔ جو ایک فرضی ہالہ کے گرد گھوم رہا ہے۔ حالانکہ اسلام اور اس کے عملی فرامین (خیالی پلاؤ) کا نام نہیں۔ وہ ایک حقیقت ہے جس کا خارج میں مصداق محسوس اور مشہود ہونا چاہیے۔

ماہنامہ محدث لاہور ص ۳۸۱ جلد ۷۷ عدد ۱-۱۱

دلائل عقلی و نقلی اور تمام مذاہب کے اہل علم کے اقوالِ محققہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شہر والوں کے چاند دیکھ لینے سے دُور دراز کے بلاد میں عمل لازم نہیں ہوتا۔ جبکہ مطلع میں اختلاف ہو۔ علماء

مذکورہ کے استدلال حدیث کریمہ اور حدیث ابنی ہریرہؓ صوموا  
لویتہ و افطروا لویتہ سے ہے۔ کہ ہر علاقہ کے لئے ان کا دیکھنا  
معتبر ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس اہم دینی امر میں صحابہ کرام تابعین تبع  
تابعین نے چاند دیکھنے کے بارے میں خط و کتابت سے معلوم نہیں کیا  
اور نہ ہی دوسرے شہروں میں چاند دیکھنے کے لئے جانے کو ضروری سمجھا۔

### دُور درازا اور اختلافِ مطالع کی کیا حد ہونی چاہیے؟

یہ ماہرین کے حل کرنے کا مسئلہ ہے اور وہ اسے باسانی  
حل کر سکتے ہیں۔ یہاں پر غلبہ ظن کی حد تک اطمینان کی ضرورت ہے  
اور وہ ان علوم کے ماہرین کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ فقہاء نے  
اس سلسلہ میں بہت سی احتیاطی تدابیر سے کام لیا ہے۔ اس حقیقی  
تدابیر کے تحت فقہاء کرام کے درمیان بہت اختلاف پڑا ہے لہذا میں  
صرف مشت نمونہ از خروارے کے طور مختصراً کچھ ذکر کر کے جو رائے  
اس سلسلے میں فقہاء محدثین نے قائم کی ہے اس کو واضح کر دیتا ہوں۔  
علامہ محمد نجیب حنفی قاضی اسکندریہ اپنی کتاب

ارشاد اہل الملتہ میں فرما رہے ہیں :-

وَالْبَعِيدُ مُسَافَةُ الْقَصْرِ  
دُور کی مقدار قصر نماز کا اندازہ  
ہے۔ بعض نے کہا ہے مطالع کے  
اختلاف کی مقدار میں کہتا ہوں

وَقِيلَ بِاخْتِلَافِ الْمَطَالَعِ  
قُلْتُ هَذَا أَصَحُّ ۲۷۶

العلم المنشور ص ۱۳  
 کہ یہ اختلاف مطالع والا قول  
 زیادہ صحیح ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:-

وفي ضبط البعد اوجه:-  
 دوری کے ضبط میں کئی وجہ پایا کی گئیں۔

أَحَدُهَا:- اختلاف المطالع ① اختلاف المطالع کی مقدار اس

قطع به العراقیون والصیقلانی۔ کو قطعی پر عراقیوں نے بیان کیا۔ اسی طرح

وصححه النودی فی الروضة صید لانی نے۔ اسی بات کو نودی نے

وشرح المہذب :- روضہ اور شرح مہذب میں صحیح کہا ہے۔

ثَانِيهَا:- مسافة القصر ② ان میں سے قصر صلوٰۃ کی مسافت

قطع به الامام۔ والبغوی ہے۔ اس کو قطعی پر امام اور بغوی نے

وصححه الواقعي فی الصغیر بیان کیا ہے۔ واقعی نے صغیر اور نووی نے

والنودی فی شرح مسلم۔ شرح مسلم میں اسی کو صحیح کہا ہے۔

ثَالِثُهَا:- اختلاف الاقالیم۔ ③ مسافت کی مقدار اقلیموں کا اختلاف

رَابِعُهَا:- حکاه الشخصی فقال: ④ جس کو شخصی نے حکایت کیا ہے

يلزم كل بلد لا يتصور خفاء عنهم وہ کہتے ہیں:-

بلاعارض دون غيرهم کہ ہر اُس شہر کو دوسرے شہر کی

رویت لازم ہے جس میں خفاء عارضی

متصور نہ ہو۔ اور اگر ہو تو بھی لازم نہیں۔

خَامِسُهَا:- قول ابن الماجشون ⑤ ابن الماجشون کا وہ قول

المتقدم -

فتح الباری ص ۱۲۳

مرعاة المفاتيح ص ۲۰۴

قال المحققون من الحنفية

والمالكية وعامة الشافعية

ان كان بين البلدين مسافة

قريبة لا تختلف المطالع لاجلها

كبغداد والبصرة مثلاً لزم

اهلها الصوم بروية الهلال

في احدهما وان كان بينهما

بعد كالعراق والحجاز و

الشام فلكل اهل بلد رويتهم

مرعاة المفاتيح ص ۲۰۴

❖ ❖ ❖

ابن رشد فرماتے ہیں کہ :-

واجبوا انه لا يراعى

ذلك في البلد ان التامية

كالاندلس والحجاز -

❖ ❖ ❖

جو گزر چکا (کہ ایک شہر کی رویت

دوسرے کے لئے معتبر نہیں مگر

جبکہ امام وقت لازم کر دے۔

حنفیوں اور مالکیوں اور غام شوافع

میں سے محققین نے فرمایا ہے کہ اگر

دونوں شہروں میں دوری کی فضا

اسی ہو کہ اس دوری کی بنا مطالع

میں اختلاف نہیں آتا ہو۔ جیسے

بغداد اور بصرہ مثلاً۔ تو ایک کی

رویت دوسرے کے لئے روزہ رکھنے

کو لازم کر دیتی ہے۔ اگر دونوں

شہروں میں دوری مثلاً عراق۔

حجاز اور شام سے ہو تو ہر شہر کے لئے

پھر وہیں کی رویت معتبر ہے۔

اجماع کیا ہے مالکیوں نے۔ رویت

کا لحاظ دور دراز کے شہروں میں

نہیں کیا جائیگا مثلاً اندلس اور

حجاز۔

وقال القرطبي وحكى ابو عمر الاجماع على انه لا تراعى الروية فيما بعد من البلدان كالاندلس من الخراسان - قال: ولكل بلد روية هم الاماكان كالمصر الكبير وما تقارب اقطار من بلدان المسلمين - قرطبي ص ۲۹۵ ج ۱

قرطبی نے کہا ہے ابو عمر (عبد البر) نے  
اجماع نقل کیا ہے کہ دور دراز کے  
شہروں کے درمیان ایک دوسرے کی رویت  
کا لحاظ نہ کیا جائیگا مثلاً اندلس اور  
خراسان کے درمیان۔ اس نے کہا کہ ہر شہر کیلئے  
وہیں کی رویت معتبر ہے۔ ہاں ایک بڑے  
شہر اور اس کے آس پاس کے شہروں کیلئے  
ایک شہر کی رویت معتبر ہے۔

## الْحَاصِلُ

ان تمام اقوال کو جانچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مسافت  
قرب و بعد کا اختلاف مطلع ہے۔ اگر مطالع مختلف ہوں تو بعید  
اگر مطالع مختلف نہ ہوں تو قریب۔  
الشیخ عبد اللہ بن حمید الرئیس تبیان الادلة فی اثبات  
الاہلۃ میں فرماتے ہیں:-

تاج ترمذی نے کہا ہے کہ اختلاف مطلع چوبیس فرسخ  
(۷۲) میل سے کم میں ممکن نہیں ہے۔ والد نے یہی فتویٰ دیا

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۳۵ ج ۶

علامہ شرف الدین فرماتے ہیں:-



تحقیق جدید سے معلوم ہوا ہے کہ مدینہ منورہ اور  
شام کے مطلع میں پندرہ بیس منٹ کا فرق ہے۔

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۵۶

اور مدینہ اور شام میں آپس کی رویت کو نہ معتبر قرار  
دینا حدیث کریب اور علماء محققین کے اقوال سے ثابت ہو چکا ہے  
یہی علامہ ابو سعید شرف الدین صاحب حدیث در کریب  
پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کہ وہ غالباً تیس میل یا اس سے بھی زائد ہی ہے۔

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۵۶

قرب و جوار کی رویت کے اعتبار کے سلسلے میں اسی حدیث  
سے محدثین نے استدلال کیا ہے۔

علامہ محمد یونس صاحب فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیس پچیس کو سس کے  
فاصلہ پر اگر چاند دیکھا جائے تو اعتبار کیا جائے گا۔ بموجب  
حدیث ابن عباس کہ ہر شہر والوں کے واسطے وہیں کا دیکھنا  
معتبر ہے۔

دستور المتقی طبع ہند ص ۱۴۸۔ طبع کراچی ص ۲۶۷۔

الارشاد جدید ص ۱۱۸ نمبر ۶۸



**تنبیہ** - دستور المقتی طبع اندیا عبارت بعینہ ایسی ہے جیسے میں نے نقل کی ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بین پچیس کوس کے فاصلے پر اگر چاند دیکھا جا تو اعتبار کیا جائیگا ۲۶۔

اسی طرح الارشاد جدید میں بھی ہے:  
اگے پونے دو سطر حذف کر دی گئی ہیں۔ علت معلوم نہیں میری قیاس رائے ہے۔

کہ جس نے اس عبارت میں ”نہ کیا جائے گا“ کی بجائے ”نہ“ کو اڑا کر ”کیا جائیگا“ لکھا تو پھر اس کے لئے اگلی دو سطریں وبال جان بن گئیں۔ کیونکہ اس میں ”نہ کیا جائیگا“ کے لئے بطور دلیل ابن عباسؓ کی کریب والی روایت پیش کی گئی ہے تو ”نہ“ کو اڑانے کے بعد پوری پونے دو سطروں کو اڑایا تاکہ نہ رہے بانس نہ نیچے بانسری کے مصدقہ۔  
رَأَسَتْ غَفْرًا لِلَّهِ كَرِيْمًا كُلِّ ذَنْبٍ ۝

**سوال نمبر ۱:** فقہاء کے نزدیک اختلاف مطالع کی وجہ سے نمایاں فرق رویت ہلال میں واقع ہوتا ہے۔ اس کے لئے کتنی مسافت معتبر ہے۔ بعض نے ۴۸ میل، بعض نے ۸۰ میل کہا ہے۔

(عبدالحمید ہاشمی مجددی کوٹھی)

**جواب نمبر ۱:** رویت ہلال کا حلقہ دائرہ کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس سے بعض مقامات ۴۸ میل فرق واقع ہو جاتا ہے اور بعض میں ۲۰ یا

۸۰ میل پر بھی واقع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ سب اقوال اپنے اپنے مقامات پر معتبر ہوں گے۔ یہ فقہاء کرام کا اندازہ ہے اس لئے اختلاف مطالع میں اول ترین فاصلہ ہی کو معتبر سمجھا جائے گا۔ ہم فنی نقطہ نظر سے کسی قول پر دوسرے کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ روایات حدیث میں نظر آتا ہے۔ کہ عام طور پر اتنے فاصلہ کو ایک شتر سوار رات بھر میں طے کر لیتا تھا۔ ایک مطلع سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے اقل ترین مسافت یعنی ۴۸ میل معتبر معلوم ہوتا ہے۔

فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۶۳ بحوالہ الاعتصام لاہور  
جلد ۲۶ شمارہ ۳۲



خطیب البند حضرت مولانا محمد صاب جو ناگڑھی  
کا فتویٰ ملاحظہ ہو یکم نومبر ۱۹۴۰ء کا اخبار محمدی جلد ۱۸ نمبر ۴  
کیا دھلی وغیرہ کے لوگوں کو ایک روزہ قضا کرنا چاہیے  
از ایڈیٹر

اس دفعہ رمضان المبارک کا چاند کہیں بڑھ کو نظر آیا کہیں جمعرات کو۔ اس لئے کہیں جمعرات کا پہلا روزہ ہوا کہیں جمعہ کا۔ رات بعد چرچا ہوا اور بعض مفسیوں نے فتویٰ دیا کہ جہاں جہاں کے باشندوں نے جمعہ کا

روزہ رکھا ہے وہ ایک روزہ کی قضا کریں ہمیں حیرت ہے کہ یہ خلاف حدیث فتویٰ اس زور شور اور تاکید کے ساتھ کیوں دیا جا رہا ہے؟ حالانکہ حدیث سے ثابت شدہ فیصلہ یہ ہے کہ ”ہر جگہ کے لئے وہیں کی رؤیت کا اعتبار ہے“ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فیض بنیاد ہے **صَوْمُ مَوْلَاكَ رُؤْيَا** **وَإِذَا ظَهَرَ الرُّؤْيَا فَانْ عَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ** (مُسْتَقْنَعَيْنِ) یعنی چاند کے دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند ہو جائے عید مناولہ اگر ابرو باران وغیرہ کی وجہ سے، مطلع غبار آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کر لیا کرو۔ دھلی میں بدھ والے دن مطلع صاف تھا۔ ہزاروں نگاہیں چاند کی جستجو میں تھیں۔ لیکن نظر نہ آیا۔ حدیث کے مطابق جب جمعرات کو چاند دکھائی دے گیا۔ اہل دھلی نے بالاتفاق روزہ رکھا۔ اس درمیان میں دہلی کے آس پاس سے کہیں سے کوئی شہادت بھی نہیں آئی۔ پھر ان پر دوسری جگہ چاند ہو جانے سے فتویٰ لگانا یہ تو درست نہیں۔ اب دوسری جگہ کی چاند کی رؤیت یہاں نا معتبر ہونی کی روایت بھی سن لیجئے۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت گریب کو اپنے ایک کام کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس شام میں بھیجتی ہیں۔ حضرت گریب فرماتے ہیں کہ وہاں ہم نے رمضان شریف کا چاند جمعہ کی رات کو دیکھا۔ میں اپنا کام کر کے واپس لوٹا۔ یہاں میری باتیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہو رہی تھیں آپ مجھ سے شام کے چاند کے بارے میں دریافت فرمایا۔ میں نے کہا وہاں

چاند جمعہ کی رات کو دیکھا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے خود دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! میں نے بھی دیکھا اور سب لوگوں نے دیکھا سب نے بالاتفاق روزہ رکھا۔ خود جناب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا ہے اور ہفتہ سے روزہ شروع کیا ہے۔ اب چاند ہو جانے تک ہم تو تیس روزے پورے کرینگے۔ یا یہ کہ چاند نظر آجائے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! امیر معاویہ اور اہل شام کا چاند دیکھنا کیا آپ کو کافی نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں! ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔ (مسلم - ترمذی - نسائی - ابوداؤد - وغیرہ) شام اور حجاز کی سرحد ملی ہوئی ہے۔ لیکن شام کے چاند کا اعتبار حجاز میں نہیں کیا جاتا اسی کو فرمان رسول اور شریعت کا مسئلہ بتلایا جاتا ہے۔ صحابہ کرام کی بڑی جماعت مدینہ شریف میں موجود ہے۔ بالاتفاق یہاں ہفتہ کا روزہ ہوا ہے۔ سچی خبر بلا تردد پہنچتی ہے کہ ملک شام میں ایک روز پہلے چاند دیکھا گیا۔ وہاں بالاتفاق روزہ ایک دن پہلے کا ہوا۔ لیکن مدینہ کے صحابہ کے اجماع سے وہاں کے چاند کی رویت کا اعتبار یہاں کے لئے نہیں کیا گیا۔ یا تو عمل اہل مدینہ کو حجت بتلایا جاتا ہے۔ یا آج اس مسئلہ میں کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ الغرض اجماع صحابہؓ اور حکم نبیؐ سے یہ ثابت ہے کہ دور دراز کی رویت ہلال دور دراز جگہ والوں کیلئے معتبر نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد یونس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب  
دستور المتقی میں ”دوسری فصل چاند کے بیان میں“ لکھتے ہیں:-

## دوسری فصل چاند کے بیان میں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُومُوا لِرُؤْيَايَ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَايَ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْبِلُوا عَدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ رکھو تو چاند دیکھ کر اور افطار کرو چاند دیکھ کر۔ اس سے عید کا چاند مراد ہے اور جو تم پر ابرہ ہو جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کر دو بخاری مسلم۔ اگر ایک مسلمان چاند دیکھنے کی گواہی دے تو کل مسلمانوں کو روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے مگر عید کے چاند دیکھنے کی جب تک دو مسلمان گواہی نہ دیں افطار کرنا نہ چاہیے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابر چھایا ہوا تھا اور انتیس کو عید کا چاند دکھائی نہ دیا سب نے اس روز روزہ رکھا۔ دو پہر کے وقت کچھ سوار ملک شام کی طرف سے آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے کل شام کو چاند دیکھا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جاری کیا کہ سب لوگ روزے افطار کر دیں۔ اور کل کو عید کی نماز پڑھیں۔ اس حدیث

معلوم ہوا کہ بین ۲۵ پچیس کو س کے فاصلہ پر اگر چاند دیکھا جائے تو اعتبار نہ کیا جائیگا۔ جو جب حدیث ابن عباسؓ کے کہ ہر شہر والوں کے واسطے وہیں کا دیکھنا معتبر ہے۔ چونکہ مشرق شریف میں مسلمانوں کی شہادت کی قید لگائی گئی ہے۔ اس سبب سے جو خبر بذریعہ تار برقی کے معلوم ہو گئی۔ اس پر شریعت کے احکام جاری نہ ہوں گے اگر گواہوں کے عقائد معلوم نہ ہوں تو دریافت کر لینا ضروری ہے۔



## روایتِ ہلال کی شہادت

خبر تین قسم پر ہے :

وہ خبر جو محض شہادت ہو۔

وہ خبر جو روایت محض ہو۔

وہ خبر جو ان دونوں کے ساتھ مشابہ ہو اور ان میں سے ایک بھی نہ ہو۔

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ اگر مُخبر عنہ ایسا ہو کہ خبر دینے والے پر بھی وہ حکم ایسا لازم آتا ہو جیسے دوسروں پر۔ اور اس میں قاضیوں اور حاکموں کے پاس وہ حکم لیجانا نہ ہو اور نہ اس میں قاضی یا حاکم کے فیصلے کی ضرورت ہو۔ تو اس کو روایت کہتے ہیں۔

اگر مُخبر عنہ خبر دینے والے کو شام مل نہ ہو بلکہ اس خبر سے دوسروں پر الزام آتا ہو اور اس خبر سے مُخبر کا مطلب یہ ہو کہ اس پر جھگڑے کے فیصلے اور قضا ہو تو یہ خبر شہادت ہے۔

اگر خبر ایسی ہو کہ اس پر شرعاً عمل واجب ہو اور شہادت اور روایت میں سے کوئی بھی نہ ہو تو اس کو شبہیۃ الشہادۃ والروایۃ کہتے ہیں۔

خبر روایتِ ہلال کو علماء امت نے تیسری قسم میں داخل کیا ہے



کہ نہ شہادت محض ہے۔ اور نہ روایت محض ہے بلکہ مِنْ وَجْہِ روایت ہے۔  
اور مِنْ وَجْہِ شہادت ہے۔ اگر اس بات کی طرف دیکھا جائے کہ اس میں  
شاید اپنے پر بھی مشہور دہ کو لازم کر دیتا ہے۔ تو یہ روایت ہے۔ اگر  
اس بات کی طرف دیکھا جائے کہ اس میں التزام ہے جمیع المکلفین پر  
تو یہ شہادت ہے۔

جیسے کہ اس بات کو قرافی نے الفروق میں اور قاضی نجیت  
نے ارشاد اہل الملتہ میں واضح کر دیا ہے۔

صاحب ادراہ الشروق علی الفروق فرماتے، ھیں:-

والذی یقوی فی النظرات عقل کے لحاظ سے جو قوی بات، وہ یہ ہے  
مسئلة الهلال حکمها حکم الروایۃ فی الاكتفاء بالواحد  
کہ چاند کے مسئلہ میں چاند کا حکم ایک آدمی کی شہادت قبول کرنے  
ولیسست رواية حقيقية ولا شهادة ایضاً واما ہی نوع آخر من  
نوع الخبر وهو الخبر عن وجود سبب من اسباب الاحکام الشرعیۃ  
بھی نہیں لیکن یہ ایک قسم ہے انواع الخیر میں سے وہ خبر ہے۔ احکام کے اسباب  
سے ایک سبب کے وجود پر اس میں کوئی دلائل خفاء انہ لا یتطرق فیہ  
اخفاء شرعیہ نہیں کہ گواہی میں عداوت من الاحتمال الموجب للعداوة  
وغیرہ کے وہ احتمالات نہیں آسکتے ہیں جو ما یتطرق فی فصل القضاء  
اور فیصلوں اور دعویوں میں آسکتے ہیں۔ التنبیہی۔ آة ارشاد اہل الملتہ

ابن عمرؓ فرماتے کہ لوگ چاند دیکھ رہے تھے۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

ربعی بن حراش صحابہ میں سے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کو رمضان کے آخری دن اختلاف ہوا چاند ہونے نہ ہونے کے بارے میں۔ تو دو اعرابی آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انہوں نے گواہی دی چاند ہونے کی کہ کل ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روزہ توڑنے کا حکم دیا۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ کل عید گاہ کی طرف (نماز عید کے لئے) نکلے۔

① عن ابن عمر قال تراء الناس الهلال فاجتبت رسول الله صلى الله عليه وسلم اني لأتبعه، فصام، وأما الناس بصيامه - رواه أبو داود - الحاكم وابن حبان وصحاحه - فقه السنة - وقال النووي

استاذہ علی شرط مسلم - مؤلفہ المفاتیح ص ۲۱۶

② عن ربعي بن حراش عن رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال اختلف الناس في اخريوم من رمضان فقد جاء اعرابيان فشهدا عند النبي صلى الله عليه وسلم بالثبوت لاهلال امس عينية فامد رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس ان يفطروا رواه أبو داود وزاد في روايته وان يغدوا الى مصلاتهم، قال الشوكاني سكت عنه أبو داود، والمنيذري رجاله رجال الصحيح - نيل الاوطار ص ۲۱۱

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رمضان کے چاند اور عید کے چاند میں فرق ہے۔ رمضان کے چاند کے لئے ایک مسلمان موحد عادل کی شہادت کافی ہے اور عید کے چاند کے لئے دو مسلمان موحد عادلوں کی شہادت کی ضرورت ہے۔

چونکہ بعض روایات میں رمضان کے چاند کے لئے بھی دو گواہوں کا ذکر ہے مگر ایک کا بھی ذکر ہے۔ لہذا اگر دوہوں تو **نُورٌ عَلٰی خُذٍّ** ورنہ ایک بھی کافی ہے۔ بشرطیکہ مؤمن موحد عادل ہو اور عید کے چاند کے بارے میں دو کی صراحت تو موجود ہے مگر ایک کا ذکر کہیں نہیں۔ لہذا دو مسلمان موحد عادل کا ہونا ضروری پایا۔

اسی طرح تار۔ سیلفون کے ذریعے اگر بات کرنے والا معلوم ہے اور وہ مسلمان موحد عادل شرع کا پابند ہے تو اس کی شہادت اور خبر منظور ہے ورنہ نہیں۔



## طریق اعتبار شہادت

عالم اور قاضی، یا حاکم کو چاہیے کہ پوری مستعدی اور تیقظ سے گواہ کے حالات ظاہریہ اور باطنیہ کی جانچ پڑتال کرے۔ محل رویت کو پوچھے کہ جہت شمال میں واقع تھا یا جنوب میں۔ آسمان پر بادل یا اگر دو غبار تھا یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جب قاضی حاکم عالم کو کوئی شک و شبہ نہ رہے اور شرح صدر ہو جائے تو پھر فیصلہ کرے۔

قاضی یا مفتی کو پورا تیقظ اور مستعدی اس لئے ضروری ہے کیونکہ کسی چیز کی خبر دنیا یہ سچ اور جھوٹ دونوں کا محتمل ہے اور جھوٹ میں غلطی کے سرزد ہونے کا بھی اور جان بوجھ کر بولنے کا احتمال بھی ہے۔ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک شخص عادل مسلمان موجد دنیا کو اس کے عقل و دین فراست و تیقظ پر اعتماد ہوتا ہے مگر رویت ہلا کے بارے غلط ہو جاتا ہے۔

اور بعض جاہلوں سے یہ بھی سُننے اور مشاہدہ میں آیا ہے کہ رمضان کی رویت صلال کی گواہی اس لئے دیتا ہے کہ لوگوں کو اس کی دیانت معلوم ہو اور ایک ایک فرد کے روزے کی وجہ سے اس کو ثواب حاصل ہو۔

بعض جہتال کا مقصد چاند کی شہادت سے یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا تزکیہ اور عدالت لوگوں میں ثابت کر دے کہ دیکھو رویت صلال کیطی کے پیچھے میں نے اس کو عادل قرار دیا ہے۔ بہر حال اسی طرح کی کئی اعتراض و

مقاصد لوگوں کے دلوں میں ہوتے ہیں۔ لہذا مفتی قاضی اور حاکم کو پورا مستعد اور چوکنا ہونا چاہیے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ انس بن مالک ایک جماعت کے ساتھ تھے اور چاند دیکھ رہے تھے۔ ان میں مشہور ذکی و فطین ایاس بن معاویہ بھی موجود تھے تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے چاند دیکھ لیا اور باقی ساتھی باوجود کوشش کے نہیں دیکھ رہے تھے۔

کیونکہ ایاس بن معاویہ ذکات میں بہت مشہور تھے اور واقعہ بھی ایسا ہی تھا۔ تو ایاس بن معاویہ نے انس بن مالک کی طرف غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک سفید بال آنکھوں کی طرف مڑا ہوا تھا تو ایاس بن معاویہ نے اس کو دُور کیا۔ اور فرمانے لگے کہ مجھے بتاؤ بھائی آپ دیکھ رہے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے ہیں۔ جب اس بال کے اوپر مڑنے کے بعد مالک بن انس نے دیکھا تو چاند ان کو نظر نہیں آیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ سفید بال جو آنکھوں کی طرف مڑا ہوا تھا اور خیال میں بھی چاند ہی تھا تو خیال اور وہ سفید بال کا عکس برابر ہو کر اس کو چاند محسوس ہوا۔

**مطلب یہ کہ قاضی مفتی رویتِ حلال کی شہادت قبول کرنے والے کو کمال فراست سے شاہدوں کے ظاہر و باطن کے حالات معلوم کر لینے چاہئیں۔ جب ان کی عدالت اور فراست اور شبہ اور شک سے برأت اور ان کے حواس کی سلامتی اور آنکھ کی نظر**

کی تیزی اور مطلع کے صاف اور چاند دیکھنے کی جگہ کا علم ہو چکا اس کے بعد قاضی صاحب مفتی صاحب شہادت کو قبول کر لیں۔

**مسئلہ:** بعض لوگ رمضان کے چاند کی شہادت جب

رمضان گزر جائے پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں احادیث سے تو ہمیں کچھ علم نہیں مگر فقہاء رحمہم اللہ علیہم نے کچھ ذکر کیا ہے۔

چنانچہ امام سیوطی اور قاضی محمد نجیت فرماتے ہیں:

شہد و اعلیٰ ہلال رمضان  
فی الیوم التاسع والعشیرین انھم داؤد  
قبل صومھم بیوم فی ہذا البلد۔  
لا تقبل شہادۃھم۔ لا تھم ترکوا  
ماکان واجبا علیھم۔ وان جاؤا  
من مکان بعید قبلت لھم  
التھمة۔

گواہی دی لوگوں نے ۲۹ دن رمضان  
کے چاند کی بہتے تمہارے روزہ رکھنے  
سے ایک دن قبل اسی شہر کاؤں بستی  
میں چاند دیکھا ہے تو ان کی شہادت  
قبول نہ ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے اسی  
فریضہ کو حیوان پر واجب تھا  
در ویت کے وقت شہادت دینا چھوڑ دیا  
اور اگر کسی دوسری جگہ دور سے  
(جو اختلاف مطالع نہیں ہوتا ہوا)

العلم المنشور فی اثبات

الشہور ص ۵۱-۵۲

ارشاد اہل الملتہ

الی اثبات الاھلۃ ۳۷-۳۸

❖ ❖ ❖ ❖

آئے تو قبول کیا جائے گا۔ کیونکہ  
صورت اول میں گواہوں پر تہمت  
کی گنجائش ہے۔ صورت ثانی میں  
تہمت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

# صحیفہ اہل حدیث کراچی

پندرہ روزہ

• عرصہ ۶۵ سال سے باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے  
• اپنے سنجیدہ اور مدلل مضامین کی وجہ سے ملک کے دیندار طبقے  
میں بہت مقبول ہے۔ اس لیے علمی و تعلیمی اداروں اور  
الحمد للہ پاکستان کے علاوہ

تمام ممالک اسلامیہ اور یورپ و افریقہ میں بھی پڑھا جاتا ہے  
اس میں قرآن و حدیث کے علاوہ تاریخ و سیرت پر بھی  
فکر انگیز مضامین شائع ہوتے ہیں۔ بخاری شریف مترجم  
مع تشریحات اور بیش بہا مفید اسلامی مضامین پیش کرنے کی  
وجہ سے جملہ مسلمانانِ عالم میں مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے  
آپ بھی اپنے نام ضرور منگوا کر تبلیغِ اسلام میں حصہ لیجئے۔  
زیر سالانہ صرف ۳۰ روپے۔ فی شمارہ ۲ روپے۔

صحیفہ اہل حدیث آڈیو میڈیا، کراچی

# گلشن اقبال میں گلشن محمدی

اللہ تعالیٰ کے فضل کرم سے یونیورسٹی روڈ کراچی میں ۱۵ ہزار مربع میٹر کے عظیم پلاٹ پر  
بادشاہی کے بعد الجامعۃ السنیۃ الاسلامیہ کا تعمیری کام جاری ہے عظیم الشان  
ی جامع مسجد امام ابن تیمیہ کی تعمیر مکمل ہو کر اندرونی دالان کی دیواروں پر سفید سنگ مرمر  
کی تنصیب زیر تکمیل ہے۔ جامع مسجد کے عظیم صحن میں چاروں جانب شاندار گیلری مکمل  
دہی ہے۔ اسی فٹ طویل مینار کے لیے کھدائی ہو چکی ہے۔ برآمدے کی چھت اور  
سراہوں کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے۔ دالان کی وسیع وغریض چھت کا سائز ۱۲۵' x ۷۵'  
ہے۔ جامع مسجد کا تعمیری رقبہ قریباً ایکڑ ہے۔ طلباء کی رہائش کے لیے سولہ کمروں  
مکمل ایک بلڈنگ جدید ضروریات سے آراستہ مکمل ہو کر زیر استعمال ہے۔ قریب  
۱۵ ہزار مربع فٹ پر دارالتدیس کلیات الجامعۃ انشاد اللہ بہت جلد تیار ہو رہے ہیں۔ اس عظیم منصوبے کا

مکمل بنیاد فضیلتہ الشیخ محمد بن عبد اللہ بن سبیل، امام و خطیب بیت اللہ مکہ مکرمہ کے  
دست مبارک سے رکھا جا چکا ہے

عظیم منصوبے کی تکمیل کے لیے انفرادی و اجتماعی کوشش کی سمت ضرورت آپ خود بھی اس کا خیریں حصہ لیں اور اپنے  
دست و احباب کو بھی توجہ دلائیں۔ نقد رقم، سمنٹ، لوہا، بجری وغیرہ جو بھی آپ مہیا کر سکیں ضرور کریں۔ اللہ تعالیٰ  
سب کو خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

میل زرکامہ۔ مولانا الحافظ عبد الرحمن، محمدی مسجد شارع محمد بن قاسم کراچی نمبر ۱

فون نمبر ۰۸۱۲۰۲۱۲ - ۲۱۲۰۱۲ - ۰۰۶۶۶۹۰۰



